اوّل ایڈیشن: رجب المرجب 1442ھ/ مارچ 2021

سلسلہ اِصلاحِ اَغلاط کے تحت تحریر کیے جانے والے اذان کے احکام کا مجموعہ

# بابُ الاذان: اذان کے احکام

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

# پیش لفظ

الحمد للہ، اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق و کرم نوازی اور حضرات والدین، بزرگانِ دین، اساتذہ کرام اور احباب کی دعاؤں سے سلسلہ اصلاحِ اَغلاط کے اب تک 535 سلسلے تحریر کیے جاچکے ہیں، اس سلسلہ کے تحت اذان کے احکام سے متعلق بھی کئی سلسلے لکھے جاچکے ہیں، اب ارادہ ہوا کہ اذان کے احکام سے متعلق اب تک تحریر کیے جانے والے تمام سلسلوں کو یکجا شائع کیا جائے تاکہ استفادہ میں سہولت رہے۔ اس لیے 14 قسطوں پر مشتمل یہ مجموعہ تصحیح و نظرثانی کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔ البتہ اس حوالے سے یہ بات یاد رہے کہ چوں کہ سلسلہ اصلاحِ اغلاط جاری ہے الحمد للہ، اس لیے آئندہ کے سلسلوں میں اگر اذان کے احکام سے متعلق مزید بھی سلسلے تحریر کرنے کی نوبت آئی تو انھیں اگلی ایڈیشن میں شامل کردیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس تحریر میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیرًا

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرماکر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

رجب المرجب 1442ھ / مارچ 2021

03362579499

# اجمالی فہرست


- نماز کے لیے اَذان واِقامت کا حکم ---------------------------------- 4
- وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینے کا حکم ----------------------- 6
- اذان واقامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر آنے پر درود شریف پڑھنے کا حکم --- 10
- متعدد اذانوں میں سے کس کا جواب دیا جائے؟ ----------------------- 13
- اذان ہو جانے کے بعد اس کا جواب دینے کا حکم ----------------------- 17
- نمازِ جُمعہ کی دوسری اَذان کا جواب دینے کا حکم ----------------------- 19
- خواتین کے لیے اذان کا جواب دینے کا حکم ----------------------- 24
- سماعت اور گویائی سے محروم افراد کی اذان واقامت کے مسائل ---------- 29
- اَذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کی مروّجہ رسم ----------------------- 32
- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مسجد کے قریب خرید وفروخت کا حکم ---------- 40
- تحقیقِ روایات: اذان کے وقت باتیں کرنے سے متعلق دو بے سند روایات ----- 46
- بچے کے کان میں اَذان واِقامت کب کہی جائے؟ ----------------------- 51
- میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینے کا حکم ----------------------- 53
- وبا کے وقت اذان دینے کا حکم ---------------------------------- 60

سلسلہ نمبر 375:

# نماز کے لیے اذان واِقامت کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## نماز کے لیے اَذان واِقامت کا حکم:

پنج وقتہ باجماعت نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لیے اذان اور اقامت سنتِ مؤکدہ ہے، ان پانچ نمازوں اور جمعہ کے علاوہ سنتوں، نوافل، وتر، تراویح، عیدین، نمازِ جنازہ، نمازِ استسقا، چاند گرہن اور سورج گرہن کی نماز اور اسی طرح کسی بھی نماز کے لیے اذان واقامت کا حکم نہیں۔

- جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

الْأَذَانُ سُنَّةٌ لِأَدَاءِ الْمَكْتُوبَاتِ بِالْجَمَاعَةِ، كَذَا في «فتَاوَى قَاضِي خَانْ»، وَقِيلَ: إنَّهُ وَاجِبٌ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ، كَذَا في «الْكَافِي»، وَعَلَيْهِ عَامَّةُ الْمَشَايِخِ، هَكَذَا في «الْمُحِيطِ». وَالْإِقَامَةُ مِثْلُ الْأَذَانِ في كَوْنِهِ سُنَّةً لِلْفَرَائِضِ فَقَطْ، كَذَا في «الْبَحْرِ الرَّائِقِ»، وَلَيْسَ لِغَيْرِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ نَحْوِ السُّنَنِ وَالْوِتْرِ وَالتَّطَوُّعَاتِ وَالتَّرَاوِيحِ وَالْعِيدَيْنِ أَذَانٌ وَلَا إقَامَةٌ، كَذَا في «الْمُحِيطِ»، وَكَذَا لِلْمَنْذُورَةِ وَصَلَاةِ الْجِنَازَةِ وَالِاسْتِسْقَاءِ وَالضُّحَى وَالْإِفْزَاعِ، هَكَذَا في «التَّبْيِينِ»، وَكَذَا لِصَلَاةِ الْكُسُوفِ وَالْخُسُوفِ، كَذَا في «الْعَيْنِيِّ شَرْحِ الْكَنْزِ».

(كِتَابُ الصَّلَاةِ: الْبَابُ الثَّانِي في الْأَذَانِ، الْفَصْلُ الْأَوَّلُ في صِفَتِهِ وَأَحْوَالِ الْمُؤَذِّنِ)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

7 صفر المظفّر 1442ھ/ 25 ستمبر 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 350:

# وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

دینی احکام سے ناواقفیت ایک بہت بڑا المیہ بن چکا ہے، حتی کہ اس کی وجہ سے ہماری عبادات بھی متاثر ہوچکی ہیں، یہ ایک افسوس ناک اور قابلِ اصلاح صورتحال ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ متعدد مساجد میں بعض نمازوں کی اذان وقت سے پہلے دے دی جاتی ہے اور یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم کیا غلطی کر رہے ہیں! ایسے میں یہ تشویش ناک صورتحال بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ جب متعلقہ افراد کو اس غلطی سے آگاہ کیا جائے اور اس کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائے تو بے بنیاد قسم کی تاویلات اور بہانے پیش کیے جاتے ہیں، یہ بہت ہی مذموم بات ہے، کیوں کہ ایک مؤمن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کوئی غلطی واضح ہوجائے تو بغیر کسی پس وپیش کے اسے تسلیم کرکے اس کی اصلاح کرلینی چاہیے۔ ذیل میں وقت سے پہلے اذان دینے کا تفصیلی حکم ذکر کیا جاتا ہے۔

## وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینے کا حکم:

اذان وقت داخل ہوجانے کے بعد ہی دینی ضروری ہے، وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینا درست نہیں، اس لیے جو اذان وقت سے پہلے دی جائے وہ معتبر نہیں ہوتی، بلکہ وقت داخل ہوجانے کے بعد ایسی اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر اذان کے بعض کلمات وقت سے پہلے ادا کردیے جائیں تب بھی وقت کے اندر ایسی اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔

- الدر المختار میں ہے:

وَهُوَ سُنَّةٌ) لِلرِّجَالِ فِي مَكَان عَالٍ (مُؤَكَّدَةٌ) هِيَ كَالْوَاجِبِ فِي لُحُوقِ الْإِثْمِ (لِلْفَرَائِضِ) الْخَمْسِ (فِي وَقْتِهَا وَلَوْ قَضَاءً)؛ لِأَنَّهُ سُنَّةٌ لِلصَّلَاةِ حَتَّى يُبْرَدَ بِهِ لَا لِلْوَقْتِ، (لَا) يُسَنُّ (لِغَيْرِهَا) كَعِيدٍ، (فَيُعَادُ أَذَانٌ وَقَعَ) بَعْضُهُ (قَبْلَهُ) كَالْإِقَامَةِ خِلَافًا لِلثَّانِي فِي الْفَجْرِ.

- ردالمحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَقَعَ بَعْضُهُ) وَكَذَا كُلُّهُ بِالْأَوْلَى، وَلَوْ لَمْ يَذْكُرِ الْبَعْضَ لَتُوُهِّمَ خُرُوجُهُ فَقَصَدَ بِذِكْرِهِ التَّعْمِيمَ لَا التَّخْصِيصَ ...... (قَوْلُهُ: خِلَافًا لِلثَّانِي) هَذَا رَاجِعٌ إلَى الْأَذَانِ فَقَطْ، فَإِنَّ أَبَا يُوسُفَ يُجَوِّزُ الْأَذَانَ قَبْلَ الْفَجْرِ بَعْدَ نِصْفِ اللَّيْلِ، ح. (بَابُ الْأَذَانِ)

## وقت سے پہلے اذان دینے کی وجوہات:

وقت سے پہلے اذان دینے کی وجوہات پر غور کیا جائے تو اس کی درج ذیل وجوہات سامنے آتی ہیں:

### 1۔اذان اور نماز کے اوقات سے لاعلمی:

وقت سے پہلے اذان دینے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اذان دینے والے کو یہ علم نہیں ہوتا کہ اذان کب دینی چاہیے اور اس کا وقت کب داخل ہوتا ہے؟

### 2۔اوقاتِ نماز کے نقشوں سے استفادہ کی عدمِ اہمیت:

وقت سے پہلے اذان دینے کی دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ اذان دینے والا اوقاتِ نماز کے مستند نقشوں سے استفادہ نہیں کرتا، جس کی وجہ سے وقت سے پہلے اذان دینے کی غلطی سرزد ہوجاتی ہے، حالاں کہ اوقاتِ نماز سے متعلق مروّجہ مستند نقشوں سے کافی سہولت پیدا ہوگئی ہے، جن کی وجہ سے نماز اور اذان کے اوقات معلوم کرنا نہایت ہی آسان ہوچکا ہے، اس لیے اذان دینے والے کو چاہیے کہ اوقاتِ نماز سے متعلق اپنے شہر اور علاقے کے مستند اہلِ علم کی تحقیق یا تصدیق سے شائع ہونے والے نقشے کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے کی کوشش کرے اور اسی کا سہارا لیتے ہوئے اذان دینے کا اہتمام کرے۔

### 3۔گھڑیاں ملک کے معیاری وقت کے مطابق نہیں ہوتیں:

وقت سے پہلے اذان دینے کی غلطی کی تیسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہماری گھڑیاں ملک کے معیاری وقت کے مطابق نہیں ہوتیں، جس کا یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ اگر ہماری گھڑی ملک کے معیاری وقت سے چند منٹ آگے ہو اور ہم وقت داخل ہوتے ہی اپنی گھڑی کے مطابق اذان دیں تو اس صورت میں یہ اذان ملک کے معیاری وقت کے مطابق وقت سے پہلے دی گئی کیوں کہ اس کے مطابق وقت داخل ہی نہیں ہوا تھا۔ اور یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اوقاتِ نماز کے نقشے ملک کے معیاری وقت کے مطابق ہی بنائے جاتے ہیں، اس لیے ہر شخص کو

اپنی گھڑی اور اپنے گھروں، دفاتر اور تعلیمی اداروں کی گھڑیاں ملک کے معیاری وقت کے مطابق ہی رکھنی چاہییں، اسی طرح مساجد کی گھڑیاں بھی اپنے ملک کے معیاری وقت کے مطابق کرنی چاہییں کیوں کہ اذان اور نمازوں کے اوقات اور سحر وافطار میں اس کی بڑی ضرورت پڑتی ہے، جبکہ اس سے غفلت کے نتیجے میں متعدد مسائل اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مساجد کی انتظامیہ کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

## 4۔ وقت داخل ہوتے ہی اذان دینے میں جلد بازی:

وقت سے پہلے اذان دینے کی غلطی سرزد ہوجانے کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ وقت داخل ہوتے ہی اذان دینے میں جلدی کی جاتی ہے، حالاں کہ کچھ دیر یعنی ایک دو منٹ انتظار کرلینا چاہیے تاکہ اطمینان نصیب ہوسکے اور غلطی سے حفاظت ہوسکے۔

**مثال:** مذکورہ تفصیل کی اہمیت سمجھنے کے لیے یہ مثال کافی ہے کہ بندہ مغرب کی نماز ادا کرنے کے لیے ایک مسجد گیا تو دیکھا کہ مسجد کی گھڑی ملک کے معیاری وقت سے دو منٹ آگے ہے، تو جیسے ہی مسجد کی گھڑی کے مطابق مغرب کا وقت داخل ہوا تو مؤذن صاحب فورًا اذان دینے کے لیے اُٹھنے لگے تو بندہ نے ان کو سمجھایا کہ ابھی تو وقت ہی داخل نہیں ہوا، کیوں کہ مسجد کی گھڑی دو منٹ آگے ہے، ایسی صورت میں اگر آپ اذان شروع کریں گے تو یہ وقت سے پہلے شروع ہوگی، اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر اذان کے بعض کلمات بھی وقت سے پہلے ادا کرلیے تو وقت کے اندر اس اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔ اندازہ لگایئے کہ گھڑیاں اپنے ملک کے معیاری وقت کے مطابق رکھنے کی کس قدر اہمیت اور ضرورت ہے!!

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
11 محرم الحرام 1442ھ/31 اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 361:

# اذان واقامت میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر آنے پر درود شریف پڑھنے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## اذان میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر آنے پر درود شریف پڑھنے کا حکم:

بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اذان کا جواب تو نہیں دیتے بلکہ جب تشہد میں حضور اقدس حبیبِ خدا ﷺ کا نام نامی آتا ہے تو اس وقت صرف درود شریف پڑھ لیتے ہیں، واضح رہے کہ اذان میں تشہد کے جواب میں حضور اقدس ﷺ پر درود شریف پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، اس لیے سنت، بہتر اور ثابت طریقہ یہی ہے کہ سنت کے مطابق اذان کا جواب دیا جائے اور تشہد کے جواب میں تشہد ہی پڑھا جائے، پھر جب اذان ختم ہو جائے اور اس کا جواب دے دیا جائے تو اس کے بعد درود شریف پڑھا جائے، پھر اذان کے بعد کی دعا پڑھی جائے، جیسا کہ بعض احادیث سے یہی طریقہ ثابت ہے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

٨٧٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ وَغَيْرِهِمَا عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ».

(باب اسْتِحْبَابِ الْقَوْلِ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ لِمَنْ سَمِعَهُ)

## اقامت میں حضور اقدس ﷺ کا ذکر آنے پر درود شریف پڑھنے کا حکم:

یہی حال اقامت کا بھی ہے کہ بہت سے لوگ اقامت کا جواب تو نہیں دیتے بلکہ جب تشہد میں حضور اقدس ﷺ کا نام نامی آتا ہے تو اس وقت صرف درود شریف پڑھ لیتے ہیں، واضح رہے کہ اقامت میں تشہد کے جواب میں حضور ﷺ پر درود شریف پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، اس لیے بہتر اور ثابت طریقہ یہی ہے کہ اقامت کا جواب دیا جائے اور تشہد کے جواب میں تشہد ہی پڑھا جائے۔ البتہ اگر اقامت کے بعد موقع ملے تو درود شریف پڑھ لیا جائے ورنہ تو رہنے دیا جائے۔

- **احسن الفتاویٰ میں ہے:**

''اذان واقامت میں حضور اکرم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ درود شریف نہ منقول ہے اور نہ معمول، بلکہ اس کے برعکس حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم بھی وہی کلمات کہو جو مؤذن کہتا ہے، پھر اذان کے بعد پہلے درود شریف پڑھو، پھر دعا۔ انتہیٰ'' (278/2)

**مبین الرحمٰن**

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

22 محرم الحرام 1442ھ/11 ستمبر 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 528:

# متعدد اذانوں میں سے کس کا جواب دیا جائے؟

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

نماز کا وقت داخل ہو جانے کے بعد مقررہ اوقات میں مساجد سے اذانوں کی آوازیں بلند ہونے لگتی ہیں، یہ اذانیں کبھی تو بیک وقت سنائی دیتی ہیں اور کبھی وقفے وقفے سے۔ ایسے میں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ ایسی صورت میں کس اذان کا جواب دیا جائے؟ تو ذیل میں اس کا جواب ذکر کیا جاتا ہے۔

## متعدد اذانوں میں سے کس کا جواب دیا جائے؟

اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں:

1۔ اگر مختلف مساجد سے بیک وقت اذانیں سنائی دیں تو ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ اپنے محلے کی مسجد یعنی قریبی مسجد کی اذان کا جواب دیا جائے۔

2۔ اگر مختلف مساجد سے کچھ وقفے کے ساتھ یعنی یکے بعد دیگرے اذانیں سنائی دیں جیسا کہ زیادہ تر اسی طرح ہی ہوتا ہے تو ایسی صورت میں بہتر یہی ہے کہ ان میں سے پہلی اذان کا جواب دیا جائے۔ اور اس صورت میں تمام اذانوں کا جواب دینا بھی بہتر ہے۔

## فائدہ:

مذکورہ دونوں طریقے بہتر ہیں، اس لیے ان کی رعایت ہونی چاہیے، البتہ اگر کوئی شخص ان کی رعایت کیے بغیر ہی کسی بھی ایک اذان کا جواب دے دے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ بھی کافی ہے۔

- فتح القدير:

وَسُئِلَ ظَهِيرُ الدِّينِ عَمَّنْ سَمِعَ فِي وَقْتٍ مِنْ جِهَاتٍ مَاذَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: إجَابَةُ أَذَانِ مَسْجِدِهِ بِالْفِعْلِ، وَهَذَا لَيْسَ مِمَّا نَحْنُ فِيهِ؛ إذْ مَقْصُودُ السَّائِلِ أَيّ مُؤَذِّنٍ يُجِيبُ بِاللِّسَانِ اسْتِحْبَابًا أَوْ وُجُوبًا؟ وَالَّذِي يَنْبَغِي إجَابَةُ الْأَوَّلِ، سَوَاءٌ كَانَ مُؤَذِّنَ مَسْجِدِهِ أَوْ غَيْرَهُ؛ لِأَنَّهُ حَيْثُ يَسْمَعُ الْأَذَانَ نُدِبَ لَهُ الْإِجَابَةُ أَوْ وَجَبَتْ، فَإِذَا فَرَضَ أَنَّ مَسْمُوعَهُ مِنْ غَيْرِ مَسْجِدِهِ تَحَقَّقَ فِي حَقِّهِ السَّبَبُ فَيَصِيرُ كَتَعَدُّدِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ الْوَاحِدِ، فَإِنْ سَمِعَهُمْ مَعًا أَجَابَ مُعْتَبِرًا كَوْنَ جَوَابِهِ لِمُؤَذِّنِ مَسْجِدِهِ حَتَّى لَوْ سَبَقَ مُؤَذِّنُهُ بَعْدَ ذَلِكَ أَوْ سُبِقَ تَقَيَّدَ بِهِ دُونَ غَيْرِهِ مِنَ الْمُؤَذِّنِينَ، وَلَوْ لَمْ يَعْتَبِرْ

هَذَا الِاعْتِبَارَ جَازَ، وَإِنَّمَا فِيهِ مُخَالَفَةُ الْأَوْلَى. (باب الأذان)

- الدر المختار:

وَلَوْ تَكَرَّرَ أَجَابَ الْأَوَّلَ ....... وَسَأَلَ ظَهِيرُ الدِّينِ عَمَّنْ سَمِعَهُ فِي آنٍ مِنْ جِهَاتٍ مَاذَا يَجِبُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: إجَابَةُ أَذَانِ مَسْجِدِهِ بِالْفِعْلِ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَلَوْ تَكَرَّرَ) أَيْ بِأَنْ أَذَّنَ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ، أَمَّا لَوْ سَمِعَهُمْ فِي آنٍ وَاحِدٍ مِنْ جِهَاتٍ فَسَيَأْتِي. (قَوْلُهُ: أَجَابَ الْأَوَّلَ) سَوَاءٌ كَانَ مُؤَذِّنَ مَسْجِدِهِ أَوْ غَيْرَهُ، «بَحْرٌ» عَنِ «الْفَتْحِ» بَحْثًا. وَيُفِيدُهُ مَا فِي «الْبَحْرِ» أَيْضًا عَنِ «التَّفَارِيقِ»: إذَا كَانَ فِي الْمَسْجِدِ أَكْثَرُ مِنْ مُؤَذِّنٍ أَذَّنُوا وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ، فَالْحُرْمَةُ لِلْأَوَّلِ اهـ. لَكِنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَبْنِيًّا عَلَى أَنَّ الْإِجَابَةَ بِالْقَدَمِ، أَوْ عَلَى أَنَّ تَكْرَارَهُ فِي مَسْجِدٍ وَاحِدٍ يُوجِبُ أَنْ يَكُونَ الثَّانِي غَيْرَ مَسْنُونٍ، بِخِلَافِ مَا إذَا كَانَ مِنْ مَحَلَّاتٍ مُخْتَلِفَةٍ تَأَمَّلْ. وَيَظْهَرُ لِي إجَابَةُ الْكُلِّ بِالْقَوْلِ؛ لِتَعَدُّدِ السَّبَبِ وَهُوَ السَّمَاعُ كَمَا اعْتَمَدَهُ بَعْضُ الشَّافِعِيَّةِ. .......

(قَوْلُهُ: قَالَ) أَيْ فِي «النَّهْرِ». (قَوْلُهُ: إنَّمَا يُجِيبُ أَذَانَ مَسْجِدِهِ) أَيْ بِالْقَدَمِ، وَهُوَ مُتَفَرِّعٌ عَلَى قَوْلِ الْحَلْوَانِيِّ كَمَا أَشَارَ إلَيْهِ الشَّارِحُ سَابِقًا بِقَوْلِهِ كَمَا يَأْتِي، ط. (قَوْلُهُ: قَالَ إجَابَةُ أَذَانِ مَسْجِدِهِ بِالْفِعْلِ) قَالَ فِي «الْفَتْحِ»: وَهَذَا لَيْسَ مِمَّا نَحْنُ فِيهِ؛ إذْ مَقْصُودُ السَّائِلِ: أَيّ مُؤَذِّنٍ يُجِيبُ بِاللِّسَانِ اسْتِحْبَابًا أَوْ وُجُوبًا؟ وَالَّذِي يَنْبَغِي إجَابَةُ الْأَوَّلِ، سَوَاءٌ كَانَ مُؤَذِّنَ مَسْجِدِهِ أَوْ غَيْرَهُ، فَإِنْ سَمِعَهُمْ مَعًا أَجَابَ مُعْتَبِرًا كَوْنَ إجَابَتِهِ لِمُؤَذِّنِ مَسْجِدِهِ، وَلَوْ لَمْ يَعْتَبِرْ ذَلِكَ جَازَ، وَإِنَّمَا فِيهِ مُخَالَفَةُ الْأَوْلَى اهـ مُلَخَّصًا. أَقُولُ: وَالظَّاهِرُ أَنَّ عُدُولَ الْإِمَامِ ظَهِيرِ الدِّينِ إلَى مَا قَالَ مِنْ بَابِ أُسْلُوبِ الْحَكِيمِ مَيْلًا مِنْهُ إلَى مَذْهَبِ الْحَلْوَانِيِّ، ثُمَّ رَأَيْت الرَّحْمَتِيَّ أَجَابَ بِذَلِكَ. (باب الأذان)

- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح:

قوله: (وإذا تعدد الأذان يجيب الأول) مطلقا سواء كان مؤذن مسجده أم لا؛ لأنه حيث سمع الأذان ندبت له الإجابة، ثم لا يتكرر عليه في الأصح، ذكره الشهاب في «شرح الشفاء».

- بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية وشريعة نبوية:

لَوْ سَمِعَ الْأَذَانَ فِي الْوَقْتِ مِنْ جِهَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ فَالظَّاهِرُ إجَابَةُ الْأَوَّلِ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي مَسْجِدِهِ.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

12 رجب المرجب 1442ھ/ 25 فروری 2020

اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 327:

# اذان ہو جانے

# کے بعد اس کا جواب دینے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## اذان ہو جانے کے بعد اس کا جواب دینے کا حکم:

اذان کا جواب دینا مستحب ہے جس کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے، اس لیے اذان کا جواب دینے کا اہتمام ہونا چاہیے، بہت سے لوگ اذان ہوتے وقت اس کا جواب نہیں دے پاتے، پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ اب جواب دینے کا موقع نہیں رہا، اس لیے اب یہ فضیلت حاصل نہیں کی جاسکتی، حالاں کہ یہ غلط فہمی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے اذان کا جواب نہیں دیا تو اذان ہو جانے کے بعد اگر زیادہ وقت نہیں گزرا ہو تو جواب دے دینا چاہیے، یہی بہتر اور مناسب ہے، اس سے اذان کا جواب دینے کی فضیلت حاصل کی جاسکتی ہے، البتہ اگر کافی وقت گزر چکا ہو تو جواب دینے کا وقت باقی نہیں رہا۔ (البحر الرائق، رد المحتار، عمدۃ الفقہ، فتاویٰ دار العلوم زکریا، کتاب النوازل)

- البحر الرائق میں ہے:

ولم أَرَ حُكْمَ ما إذَا فَرَغَ الْمُؤَذِّنُ ولم يُتَابِعْهُ السَّامِعُ هل يُجِيبُ بَعْدَ فَرَاغِهِ؟ وَيَنْبَغِي أَنَّهُ إنْ طَالَ الْفَصْلُ لَا يُجِيبُ، وَإِلَّا يُجِيبُ.

- الدر المختار میں ہے:

وَلَوْ لَمْ يُجِبْهُ حَتَّى فَرَغَ، لَمْ أَرَهُ، وَيَنْبَغِي تَدَارُكُهُ إنْ قَصُرَ الْفَصْلُ، وَيَدْعُو عِنْدَ فَرَاغِهِ بِالْوَسِيلَةِ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ.

- رد المحتار میں ہے:

(قَوْلُهُ: لَمْ أَرَهُ إلَخْ) الْبَحْثُ لِصَاحِبِ الْبَحْرِ، وَصَرَّحَ بِهِ ابْنُ حَجَرٍ فِي شَرْحِ الْمِنْهَاجِ حَيْثُ قَالَ: فَلَوْ سَكَتَ حَتَّى فَرَغَ كُلُّ الْأَذَانِ ثُمَّ أَجَابَ قَبْلَ فَاصِلٍ طَوِيلٍ كَفَى فِي أَصْلِ سُنَّةِ الْإِجَابَةِ كَمَا هُوَ ظَاهِرٌ.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

17 ذو الحجہ 1441ھ/ 8 اگست 2020

اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 149:

# نمازِ جُمعہ

## کی دوسری اَذان کا جواب دینے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## نمازِ جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینے کا حکم:

جمعہ کی نماز میں خطبہ سے پہلے امام کے سامنے دی جانے والی دوسری اذان کا جواب زبان سے دینا درست نہیں، البتہ اگر کوئی شخص دل ہی دل میں جواب دینا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (احسن الفتاویٰ)

# فتاویٰ جات

## 1۔ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ:

"احوط اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق خطبہ کی اذان کا جواب زبان سے نہیں دیا جائے گا، البتہ صرف دل دل میں جواب دے سکتے ہیں۔" (جواب نمبر: 148290)

## 2۔ جامعہ بنوری ٹاؤن کا فتویٰ:

"جمعہ کی دوسری اذان کا جواب دینا، اذان کے بعد دعا اور خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام آنے پر درود شریف پڑھنا اور خطبہ میں آنے والی دعاؤں پر آمین کہنا؛ یہ سب زبان سے کہنا درست نہیں ہے، بلکہ دل ہی دل میں یہ سب کہہ لیا جائے، اور دو خطبوں کے درمیان بھی زبان سے دعا کرنا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست نہیں ہے، بلکہ دو خطبوں کے درمیان دل ہی دل میں دعا کر لی جائے۔"

(فتویٰ نمبر: 144001200073)

## 3۔ فتاویٰ محمودیہ (خصوصاً اہلِ علم کے لیے تفصیلی فتویٰ):

"امام کے منبر پر آنے کے بعد خطبہ شروع ہونے سے پہلے صلاۃ، کلام، سلام کے جواز اور عدمِ جواز میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحبین میں اختلاف ہے، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز:

(وَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكَ النَّاسُ الصَّلَاةَ وَالْكَلَامَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ) قَالَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ، وَقَالَا: لَا بَأْسَ بِالْكَلَامِ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ قَبْلَ أَنْ يَخْطُبَ، وَإِذَا نَزَلَ قَبْلَ أَنْ يُكَبِّرَ... (الهداية باب الجمعة)

پھر مشایخِ حنفیہ کا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی شرح میں اختلاف ہے، **بعض حضرات فرماتے ہیں کہ** وہ کلام جو خروجِ امام سے ممنوع ہو جاتا ہے اس سے مراد مطلق کلام نہیں، بلکہ صرف کلامُ الناس یعنی دنیاوی کلام مراد ہے، اور اس میں اختلاف ہے، امام صاحب ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز، اور دینی کلام جیسے تسبیح، تہلیل یا اِجابتِ اذان وغیرہ بالاتفاق جائز ہے، اس میں اختلاف نہیں۔ جیسا کہ ''طحطاوی'' میں ہے:

وفي «البحر» عن «العناية» و«النهاية»: اختلف المشايخ على قول الإمام في الكلام قبل الخطمة فقيل: إنما يكره ما كان عن جنس كلام الناس، أما التسبيح ونحوه فلا، وقيل: ذلك مكروه، والأول أصح، ومن ثم قال في «البرهان»: وخروجه قاطع للكلام أي كلام الناس عند الإمام، فعلم بهذا أنه لا خلاف بينهم في جواز غير الدنيوي على الأصح، ويحمل الكلام الوارد في الأثر على الدنيوى، ويشهد له ما أخرجه البخاري أن معاوية أجاب المؤذن بين يديه، فلما انقضى التأذين قال: يا أيها الناس، إني سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على هذا المجلس أذن المؤذن يقول ما سمعتم من مقالتي، الخ. (طحطاوى على المراقى: ٤٢٤)

اور دوسرے مشایخ نے اس کے برعکس کلام کو ظاہر کے موافق مطلق رکھا ہے، اور حاصلِ اختلاف یہ قرار دیا ہے کہ دنیاوی کلام بالاتفاق ناجائز ہے، اختلاف صرف دینی کلام یعنی تسبیح و تہلیل وغیرہ میں ہے، اس کو امام صاحب ناجائز فرماتے ہیں اور صاحبین جائز، جیسا کہ '' درمختار'' میں مصرّح ہے:

وَقَالَا: لَا بَأْسَ بِالْكَلَامِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَبَعْدَهَا، وَإِذَا جَلَسَ عِنْدَ الثَّانِي، وَالْخِلَافُ فِي كَلَامٍ يَتَعَلَّقُ بِالْآخِرَةِ أَمَّا غَيْرُهُ فَيُكْرَهُ إِجْمَاعًا. (باب الجمعة)

خلاصہ یہ کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب: ''إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ'' کی شرح میں مشایخِ حنفیہ مختلف ہیں، بعض حضرات اس کو کلامِ دنیوی کے ساتھ مخصوص و مقید فرماتے ہیں کما عند الطحطاوی، والنہایہ، والعنایہ، اور بعض حضرات ظاہر کے موافق اس کو مطلق کہتے ہیں کما عند الدر المختار۔

اس اختلاف پر یہ اختلاف مبنی ہے کہ جمعہ کی اذانِ ثانی کا جواب دینا جائز ہے کہ نہیں، جو حضرات ممانعت کو صرف کلامِ دنیاوی کے ساتھ مقید کرتے ہیں وہ اجازت دیتے ہیں، کما عند الطحطاوی: 1/ 888، اور جو ظاہر

کلام کے موافق رکھتے ہیں وہ منع کرتے ہیں، کمافی الدر المختار: قَالَ: وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يُجِيبَ بِلِسَانِهِ اتِّفَاقًا فِي الْأَذَانِ بَيْنَ يَدَيْ الْخَطِيبِ. (باب الأذان) وكما في «حاشية البحر» للشامي: قَالَ فِي «النَّهْرِ»: أَقُولُ: يَنْبَغِي أَنْ لَا تَجِبَ بِاللِّسَانِ اتِّفَاقًا عَلَى قَوْلِ الْإِمَامِ فِي الْأَذَانِ بَيْنَ يَدَي الْخَطِيبِ. (منحة الخالق حاشية البحر: ١/ ٢٥٩)

ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ''إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ'' کا حکم سامعین پر منحصر رکھا جائے، امام کو اجابتِ اذانِ ثانی کی اجازت دی جائے جیسا کہ حدیثِ معاویہؓ سے معلوم ہوتا ہے اور باقی قوم کو اس سے منع کیا جائے، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔(8/ 328-330)

## فائدہ:

''فتاویٰ محمودیہ'' کے مذکورہ فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف امام وخطیب جمعہ کی دوسری اذان کا جواب زبان سے دے سکتا ہے، اور اس کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہے:

- صحیح بخاری میں ہے:

٩١٤- عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ قَالَ مُعَاوِيَةُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا، فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا، فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّأْذِينَ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى هَذَا الْمَجْلِسِ حِينَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُولُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَقَالَتِي. (بَاب يُجِيبُ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ)

4۔ فتاویٰ محمودیہ میں جمعہ کی دوسری اذان کے جواب سے متعلق ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''زبان سے نہ جواب دے، نہ دعا پڑھے، بلکہ دل سے جواب دے اور دل ہی سے دعا پڑھے۔'' (8/ 332)

# احادیث مبارکہ اور فقہی عبارات

- مصنف ابن ابی شیبہ:

٥٢١٣- حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: إِذَا قَعَدَ الإِمَام عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَا صَلَاةَ.

٥٢١٨- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهَانِ الصَّلَاةَ وَالْكَلَامَ بَعْدَ خُرُوجِ الإِمَامِ.

٥٣٣٥- حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنِ الرُّكَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَفَى لَغْوًا إِذَا صَعِدَ الإِمَام الْمِنْبَرَ أَنْ تَقُولَ لِصَاحِبِكَ: أَنْصِتْ.

٥٣٣٦- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قُلْتُ لِعَلْقَمَةَ: مَتَى يُكْرَهُ الْكَلَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ: إِذَا صَعِدَ الإِمَامُ الْمِنْبَرَ، وَإِذَا خَطَبَ الإِمَامُ، وَإِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ.

- الدر المختار:

قَالَ: وَيَنْبَغِي أَنْ لَا يُجِيبَ بِلِسَانِهِ اتِّفَاقًا فِي الْأَذَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْخَطِيبِ. (باب الأذان)

- حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی:

وينبغي أن يقال: لا تجب يعني بالقول بالإجماع للأذان بين يدي الخطيب، وتجب بالقدم بالاتفاق للأذان الأول يوم الجمعة؛ لوجوب السعي بالنص، وما عدا هذين ففيه الخلاف اهـ.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

17 جمادی الثانیہ 1441ھ/12 فروری 2020

اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 428:

# خواتین کے لیے اذان کا جواب دینے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## خواتین کے لیے اذان کا جواب دینے کا حکم:

واضح رہے کہ جس طرح مردوں کے لیے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اسی طرح خواتین کے لیے بھی اذان کا جواب دینا مستحب ہے جو کہ بہت بڑی فضیلت اور بڑے اجر وثواب والا عمل ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ) اس لیے خواتین کو اس میں غفلت نہیں کرنی چاہیے، بلکہ اجر وثواب اور فضیلت حاصل کرنے کی خاطر اذان کا جواب دینے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

## فائدہ:

حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے لیے اذان کا جواب دینے سے متعلق حضرات فقہاء کرام کی دو آرا پائی جاتی ہیں: بعض حضرات اذان کا جواب نہ دینے کے قائل ہیں کیوں کہ حیض ونفاس کی حالت میں عورت نماز کی اہل نہیں ہوتی، اور چوں کہ اذان نماز کے لیے دی جاتی ہے اس لیے ایسی عورت پر اذان کا جواب دینے کا حکم بھی لاگو نہیں ہوتا۔ جبکہ بعض حضرات جواب دینے کے قائل ہیں کیوں کہ اذان کا جواب دینا ذکر کے زمرے میں آتا ہے اور حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے لیے ذکر کرنا جائز ہے، اس لیے اذان کا جواب دینا بھی جائز ہے۔

حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے لیے اذان کا جواب دینے سے متعلق مذکورہ دونوں آرا میں سے کسی بھی ایک رائے پر عمل کرنا درست ہے۔ البتہ دونوں آرا میں تطبیق یوں ممکن ہے کہ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے لیے اذان کا جواب دینے کا حکم نہیں، البتہ اگر کوئی عورت اذان کا جواب دینا چاہے تو جائز ہے۔

## حدیث اور فقہی عبارات

- مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:

١٨٧١- عَنْ مَيْمُونَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَامَ بَيْنَ صَفِّ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَقَالَ: «يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ، إِذَا سَمِعْتُنَّ أَذَانَ هَذَا الْحَبَشِيِّ وَإِقَامَتَهُ فَقُلْنَ كَمَا يَقُولُ؛ فَإِنَّ لَكُنَّ بِكُلِّ حَرْفٍ أَلْفَ أَلْفِ

دَرَجَةٍ». قَالَ عُمَرُ: هَذَا لِلنِّسَاءِ، فَمَاذَا لِلرِّجَالِ؟ قَالَ: «ضِعْفَانِ يَا عُمَرُ».

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي «الْكَبِيرِ» بِإِسْنَادَيْنِ، فِي أَحَدِهِمَا عَبْدُ اللهِ الْجَزَرِيُّ عَنْ مَيْمُونَةَ، وَلَمْ أَعْرِفْهُ. وَعَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ وَفِيهِ ضَعْفٌ، وَقَدْ وَثَّقَهُ جَمَاعَةٌ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِهِ ثِقَاتٌ، وَالْإِسْنَادُ الْآخَرُ فِيهِ جَمَاعَةٌ لَمْ أَعْرِفْهُمْ.

- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح:

قوله: (لزوم إجابته) أي وجوبها، وقيل، سنة وقوله: «بالفعل» ضعيف، وفيه حرج، والمعتمد ندب الإجابة بالقول فقط ..... قوله: (ليجيب المؤذن) اختلف في الإجابة فقيل: واجبة وهو ظاهر ما في «الخانية» و«الخلاصة» و«التحفة»، وإليه مال الكمال، قال في «الدر»: فلا يرد سلاما ولا يشتغل بشيء سوى الإجابة اهـ. والتفريع يندب الإمساك عن التلاوة إلخ لا يظهر إلا على القول بالسنية، وقيل: مندوبة، وبه قال مالك والشافعي وأحمد وجمهور الفقهاء، واختاره العيني في «شرح البخاري»، وقال الشهاب في «شرح الشفاء»: هو الصحيح؛ لأنه ﷺ سمع مؤذنا كبر فقال: «على الفطرة»، فسمعه تشهد فقال: «خرجت من النار». وصرح في «العيون» بأن الإمساك عن التلاوة والاستماع إنما هو أفضل، وصرح جماعة بنفي وجوبها باللسان وأنها مستحبة حتى قالوا: إن فعل نال الثواب وإلا فلا أثم ولا كراهة، وحكى في «التجنيس» الإجماع على عدم كراهة الكلام عند سماع الأذان اهـ أي تحريما، وفي «مجمع الأنهر» عن «الجواهر»: إجابة المؤذن سنة. وفي «الدرة المنيفة»: أنها مستحبة على الأظهر. والحاصل أنه اختلف التصحيح في وجوب الإجابة باللسان، والأظهر عدمه. (باب الأذان)

- الدر المختار:

(وَيُجِيبُ) وُجُوبًا، وَقَالَ الْحَلْوَانِيُّ: نَدْبًا، وَالْوَاجِبُ الْإِجَابَةُ بِالْقَدَمِ (مَنْ سَمِعَ الْأَذَانَ) وَلَوْ جُنُبًا لَا حَائِضًا وَنُفَسَاءَ ... إلخ

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: وَلَوْ جُنُبًا)؛ لِأَنَّ إجَابَةَ الْمُؤَذِّنِ لَيْسَتْ بِأَذَانٍ. «بَحْرٌ» عَنِ «الْخُلَاصَةِ». (قَوْلُهُ: لَا حَائِضًا

وَنُفَسَاءَ)؛ لِأَنَّهُمَا لَيْسَا مِنْ أَهْلِ الْإِجَابَةِ بِالْفِعْلِ فَكَذَا بِالْقَوْلِ. «إِمْدَادٌ» أَيْ بِخِلَافِ الْجُنُبِ؛ فَإِنَّهُ مُخَاطَبٌ بِالصَّلَاةِ، وَلِأَنَّ حَدَثَهُ أَخَفُّ مِنَ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ؛ لِإِمْكَانِ إزَالَتِهِ سَرِيعًا.
(باب الأذان)

- البحر الرائق شرح كنز الدقائق:

وفي «الْمُجْتَبَى»: في ثَمَانِيَةِ مَوَاضِعَ إذَا سمع الْأَذَانَ لَا يُجِيبُ: في الصَّلَاةِ وَاسْتِمَاعِ خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ وَثَلَاثِ خُطَب الْمَوْسِمِ وَالْجِنَازَةِ وفي تَعَلُّمِ الْعِلْمِ وَتَعْلِيمِهِ وَالْجِمَاعِ وَالْمُسْتَرَاحِ وَقَضَاءِ الْحَاجَةِ وَالتَّغَوُّطِ، قال أبو حَنِيفَةَ: لَا يُثْنِي بِلِسَانِهِ. وَكَذَا الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ لَا يَجُوزُ أَذَانُهُمَا وَكَذَا ثَنَاؤُهُمَا اه. وَالْمُرَادُ بِالثَّنَاءِ: الْإِجَابَةُ. (باب الأذان)

- مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح:

ولا يجيب الجنب ولا الحائض والنفساء؛ لعجزهما عن الإجابة بالفعل. (باب الأذان)

- البناية شرح الهداية:

والمتابعة لكل سامع من محدث وجنب وحائض وكبير وكذا الصغير على وجه الاستحباب؛ لأنه ذكر. (باب الأذان)

- عمدة القاري شرح صحيح البخاري:

وقال مالك والشافعي وأحمد وجمهور الفقهاء: الأمر في هذا الباب على الاستحباب دون الوجوب، وهو اختيار الطحاوي أيضا، وقال النووي: تستحب إجابة المؤذن بالقول مثل قوله لكل من سمعه من متطهر ومحدث وجنب وحائض وغيرهم ممن لا مانع له من الإجابة.
(باب ما يقول إذا سمع المنادي)

- الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ:

وتشمل الإجابة عند الجمهور كل سامع، ولو كان جنبًا أو حائضًا أو نفساء، أو كان في طواف فرضًا أو نفلًا، ويجيب بعد الجماع والخلاء والصلاة ما لم يطل الفصل بينه وبين الأذان.

وقال الحنفية: تشمل الإجابة من سمع الأذان ولو كان جنبًا، لا حائضًا ونفساء وسامع خطبة، وفي صلاة جنازة، وجماع، ومستراح في بيت الخلاء، وأكل، وتعليم علم وتعلمه، لكن في أثناء قراءة القرآن يجيب؛ لأنه لا يفوت، وتكرار القراءة للأجر. (إجابة المؤذن والمقيم)

- الفتاوى الهندية:

وَيَجُوزُ لِلْجُنُبِ وَالْحَائِضِ الدَّعَوَاتُ وَجَوَابُ الْأَذَانِ وَنَحْوُ ذلك في «السِّرَاجِيَّةِ».

(كِتَابُ الطَّهَارَةِ الْبَابُ السَّادِسُ في الدِّمَاءِ الْمُخْتَصَّةِ بِالنِّسَاءِ الْفَصْلُ الرَّابِعُ في أَحْكَامِ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالِاسْتِحَاضَةِ)

**مبین الرحمٰن**

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

یکم ربیع الثانی 1442ھ/17 نومبر 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 324:

# سماعت اور گویائی سے محروم افراد کی اذان واقامت کے مسائل

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## سماعت اور گویائی سے محروم افراد کی اذان واقامت کے مسائل:

### مسئلہ 1:

گویائی سے محروم شخص اذان واقامت دینے کا اہل نہیں، اس لیے اس کی اذان واقامت درست نہیں۔

### مسئلہ 2:

گویائی سے محروم شخص اذان واقامت کا جواب دینے کے معاملے میں معذور ہے، اس لیے اذان واقامت کے جواب دینے کا یہ مستحب حکم اس پر لاگو نہیں ہوتا، البتہ اگر ایسا شخص اذان سن سکتا ہو اور دل ہی دل میں اذان واقامت کا جواب دے سکتا ہو تو ظاہر ہے کہ اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ اور یہی حکم سماعت سے محروم شخص کا بھی ہے کہ وہ بھی اذان واقامت کا جواب دینے کے حوالے سے معذور ہے، اس لیے یہ مستحب حکم اس پر بھی لاگو نہیں ہوتا۔

### مسئلہ 3:

سماعت سے محروم شخص اگر اذان واقامت ٹھیک طرح دے سکتا ہو تو اس کے اذان واقامت میں کوئی حرج نہیں۔

### مسئلہ 4:

اگر کسی شخص کو اذان یا اقامت کے دوران گونگا پن طاری ہو جائے یا اس کی زبان بند ہو جائے کہ اذان واقامت جاری نہ رکھ سکے تو ایسی صورت میں وہ اذان اور اقامت دوبارہ دی جائے گی۔

## فقہی عبارات

- فتح الباري:

قوله: «إذا سمعتم» ظاهره اختصاص الإجابة بمن يسمع، حتى لو رأى المؤذن على المنارة مثلا في الوقت وعلم أنه يؤذن لكن لم يسمع أذانه؛ لبعد أو صمم لا تشرع له المتابعة.

- الفقه الإسلامي وأدلته:

ويجيب المؤذن سواء سمع الآذان كله أم بعضه. فإن لم يسمعه؛ لبعد أو صمم لا تسن له الإجابة.

- رد المحتار على الدر المختار:

قوله: (من سمع الأذان) يفهم منه أنه لو لم يسمع؛ لصمم أو لبعد أنه لا يجيب، وهو ظاهر الحديث الآتي: «إذا سمعتم الأذان» حيث علق على السماع، وقد صرح بعض الشافعية بأنه الظاهر وبأنه يجيب في جميعه إذا لم يسمع إلا بعضه.

- الهندية:

إِذَا حَصِرَ الْمُؤَذِّنُ فِي خِلَالِ الْأَذَانِ أَوِ الْإِقَامَةِ وَلَمْ يَكُنْ هُنَاكَ مَنْ يُلَقِّنُهُ: يَجِبُ الِاسْتِقْبَالُ، وَكَذَا إذَا خَرِسَ فِي أَحَدِهِمَا وَعَجَزَ عَنِ الْإِتْمَامِ يَسْتَقْبِلُ غَيْرُهُ، كَذَا فِي «فَتَاوَى قَاضِي خَانْ».

- البحر الرائق:

وفي الْخُلَاصَةِ: خَمْسُ خِصَالٍ إذَا وُجِدَتْ في الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَجَبَ الِاسْتِقْبَالُ: إذَا غَشِيَ على الْمُؤَذِّنِ في أَحَدِهِمَا، أو مَاتَ، أو سَبَقَهُ حَدَثٌ فَذَهَبَ وَتَوَضَّأَ، أو حُصِرَ فيه وَلَا مُلَقِّنَ، أو خَرِسَ: يَجِبُ الِاسْتِقْبَالُ.

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

14ذو الحجہ 1441ھ/5اگست 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 462:

# اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کی مروّجہ رسم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## اذان سے پہلے دُرود و سلام پڑھنے کی مروّجہ رسم:

دور حاضر میں اذان سے پہلے بلند آواز سے مختلف الفاظ کے ساتھ درود سلام پڑھنے کا رواج عام ہو چکا ہے، اس کو کارِ ثواب بلکہ اس سے بڑھ کر عشقِ رسول ﷺ کا معیار بھی قرار دے دیا جاتا ہے، اس کے فضائل وفوائد بھی بیان کیے جاتے ہیں، اس عمل کے بھرپور اہتمام کے ساتھ ساتھ اس کو ضروری بھی سمجھا جاتا ہے حتی کہ ایسا نہ کرنے والوں یا اس کو بدعت قرار دینے والوں پر نکیر وملامت بھی کی جاتی ہے، بلکہ بسا اوقات تو انھیں درود وسلام کا منکر بھی باور کرایا جاتا ہے اور ان کے عشقِ رسالت کو بھی مشکوک تصور کیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اذان سے پہلے درود وسلام کی مروّجہ رسم واضح طور پر بدعت اور ناجائز ہے، جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اس کے بدعت ہونے کو سمجھنے کے لیے درج ذیل باتیں ذہن نشین کرنی نہایت ہی ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## قرآن وسنت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں!

اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کی مروجہ رسم کے بدعت ہونے کی ایک عام سی وجہ یہ ہے کہ اذان شب وروز میں پانچ مرتبہ سرانجام دیا جانے والا ایک اہم عمل ہے، جس سے متعلق شریعت نے تمام بنیادی احکام واضح فرما دیے ہیں، لیکن قرآن وسنت میں کہیں بھی اذان سے پہلے بلند آواز سے درود وسلام پڑھنے کا ذکر نہیں ملتا، اور نہ ہی یہ حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور خیر القرون سے ثابت ہے، حتی کہ اذان کی مشروعیت اور اس کے کلمات سے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس لیے اگر یہ دین کا حصہ ہوتا اور یہ عمل کسی بھی درجے میں اہمیت رکھتا تو اس کا ثبوت ضرور ہوتا، جب یہ عمل ثابت ہی نہیں تو آج اسے دین کے نام پر کیسے اپنایا جاسکتا ہے؟! اس لیے یہ دین میں اور اذان کے کلمات میں اپنی طرف سے اضافہ ہے جس کا بدعت ہونا واضح ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس نے ہمارے دین میں

کوئی نئی بات ایجاد کی تو وہ مردود (یعنی ناقابلِ قبول اور ناقابلِ اعتبار) ہے۔“

٢٦٩٧- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ».

## یہ سنّت اور صحابہ کرام کے طریقے کی خلاف ورزی ہے!

اذان سے پہلے بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق طریقے کی بھی خلاف ورزی ہے، اس لیے اس غیر شرعی کام سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ سنن الترمذی کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹے تھے، جبکہ میری امت میں 73 فرقے بنیں گے، ان میں ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک کامیاب اور برحق جماعت کون سی ہوگی؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي“ یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔“

٢٦٤١- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي».

اس حدیث میں حق جماعت کی جو علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ جو سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہو، یہ علامت دین کے ہر معاملے میں ایک واضح پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر ہر ایک انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے نظریات اور اعمال جانچ سکتا ہے۔ یقیناً یہ معیار اپنانے سے بہت سے مسائل حل ہوسکتے ہیں اور بہت سی پریشانیوں، بدعات اور خودساختہ اعمال و نظریات سے نجات مل سکتی ہے!!

ذرا غور کرلیا جائے کہ کیا اذان سے پہلے بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا سنت اور صحابہ سے ثابت ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہیں! تو پھر یہ کام حق جماعت یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کا نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اہل السنۃ والجماعۃ کو یہ نام اسی لیے دیا گیا ہے کہ وہ سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہوتے ہیں، جبکہ اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنے کا عمل سنت اور صحابہ کرام کے طریقے کے خلاف ہے۔

2۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''جو عبادت حضرات صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کو یہ پورا کریں)، خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔'' اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

(جواہر الفقہ)

وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تعبَّدوها؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قبلكم. ونحوه لابن مسعود أيضًا. (الباب الثامن في الفرق بين البدع والمصالح المرسلة)

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١٠- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: اتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، خُذُوا طَرِيقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَاللهِ لَئِنِ اسْتَقَمْتُمْ لَقَدْ سُبِقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا، وَلَئِنْ تَرَكْتُمُوهُ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

3۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''تم ہماری پیروی کرو اور دین میں نئی باتیں ایجاد نہ کرو، یہ تمہارے لیے کافی ہے۔''

وَخَرَّجَ [ابْنِ وَضَّاحٍ] أَيْضًا عَنْ عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ.

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١١ - حَدَّثَنَا أَسَدٌ قَالَ: أخبرنا أَبُو هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا، وَلَا تَبْتَدِعُوا، فَقَدْ كُفِيتُمْ. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

- مجمع الزوائد:

٨٥٣- عن عبد الله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم.

رواه الطبراني في «الكبير»، ورجاله رجال الصحيح.

معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کی پیروی کرنی چاہیے اور دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچنا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ اذان سے پہلے بلند آواز سے درود و سلام پڑھنا بھی صحابہ کرام سے ثابت تو نہیں بلکہ دین میں ایک اضافہ ہی ہے جس کا بدعت ہونا واضح ہے!

## حضراتِ صحابہ کرام عشقِ رسالت اور دینداری کا بہترین اور کامل نمونہ ہیں:

سنت تو ہر مسلمان کے لیے بہترین نمونہ اور معیار ہے ہی، یہی وجہ ہے کہ جب دین یا عشقِ رسالت کے نام پر کوئی ایسی بات ایجاد کی جائے جو سنت سے ثابت نہ ہو تو گویا کہ سنت ہاتھ سے چھوٹ گئی اور بدعت ہاتھ آگئی، جو کہ بہت بڑا نقصان ہے۔ جہاں تک حضرات صحابہ کی بات ہے تو وہ سنت کی حقیقت سے خوب واقف تھے، سنت پر مر مٹنے والے تھے کہ اس سے ذرہ برابر بھی انحراف کو جرم سمجھتے تھے، اور عشقِ رسالت کا کامل اور بہترین نمونہ بھی تھے، اس لیے ان کو بھی معیار قرار دیا گیا۔ اس سے واضح طور پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام جب عشقِ رسالت کا بہترین اور کامل نمونہ تھے تو انھوں نے جو کام نہیں اپنائے تو انھیں آج دین کے نام پر ہرگز نہیں اپنایا جاسکتا، اسی طرح عشقِ رسالت کے تمام تر اعمال اور معیارات ان میں موجود تھے، اس لیے جو عمل انھوں نے عشقِ رسالت کے نام پر نہیں اپنایا آج اسے عشقِ رسالت کے نام پر ہرگز نہیں اپنایا جاسکتا، کیوں کہ حضرات صحابہ زیادہ مستحق تھے اس بات کے کہ وہ عشقِ رسالت کے نام پر نت نئے اعمال کی بنیاد رکھتے حالاں کہ ایسا نہیں ہے بلکہ انھوں نے دین میں نت نئے طریقے ایجاد کرنے کو جرم سمجھا۔

اس سے اذان سے پہلے درود وسلام ایجاد کرنے کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگر یہ عشقِ رسالت پر مبنی عمل ہوتا یا اس کا معیار ہوتا تو حضرات صحابہ کرام اس کے زیادہ مستحق تھے کہ وہ اسے اپناتے!

## کیا درود شریف پڑھنا کوئی غلط کام ہے؟

جب اذان سے پہلے بلند آواز سے درود و سلام پڑھنے کو بدعت قرار دے اس سے روکا جاتا ہے تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا درود شریف پڑھنا کوئی غلط کام ہے جو کہ اس سے روکا جارہا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ درود و شریف پڑھنا اپنی ذات میں بہت ہی فضیلت اور اہمیت والا عمل ہے، لیکن زیرِ بحث مسئلہ میں درود شریف کی فضیلت کا معاملہ نہیں اور نہ ہی اس پر اعتراض ہے، بلکہ اعتراض تو بے موقع درود و سلام پڑھنے پر ہے اور اسی سے روکا جارہا ہے کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا ثابت نہیں، اس لیے اس مقام پر نہ پڑھا جائے۔

اس نکتہ کو سمجھنے کے لیے یہ روایت ملاحظہ فرمائیں کہ سنن الترمذی میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، لیکن اس طرح ہمیں حضور اقدس ﷺ نے نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یوں سکھایا ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ.

۲۷۳۸- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ». (بَابُ مَا يَقُولُ العَاطِسُ إِذَا عَطَسَ)

غور کیجیے کہ چھینکنے والے شخص نے چھینک کے بعد الحمد للہ تو کہا لیکن ساتھ میں حضور اقدس ﷺ پر سلام بھی بھیج دیا، حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود و سلام پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشقِ سنت صحابی نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ میں

بھی اس کا قائل ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی ہونی چاہیے اور حضور اقدس ﷺ پر درود وسلام بھی پڑھنا چاہیے یعنی کہ درود وسلام کی اہمیت وفضیلت کا میں بھی قائل ہوں لیکن یہ اس کا موقع نہیں، اس لیے چھینک کے بعد درود وسلام پڑھنا درست نہیں کیوں کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے چھینک کے بعد الحمد للہ ہی سکھایا ہے جس میں درود وسلام کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود وسلام سنت سے ثابت نہ تھا اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے پسند نہیں فرمایا اور تنبیہ فرمائی، گویا کہ درود شریف پڑھنا بہت بڑا عمل ہے لیکن اس کے لیے ایسا موقع اور طریقہ ایجاد کرنا جو سنت اور صحابہ سے ثابت نہ ہو اسے بدعت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ درود وسلام پڑھنا بڑی ہی فضیلت کی بات ہے لیکن اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اس کو بدعت ہی کہا جائے گا اور اس سے منع ہی کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کیا۔

## دین اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں کب برقرار رہ سکتا ہے؟

دین اپنی حقیقی شکل وصورت میں تبھی برقرار رہ سکتا ہے جب اس کے لیے سنت اور صحابہ کو معیار قرار دیا جائے کیوں کہ اگر ہر ایک اپنی طرف سے دین کے نام پر کوئی عمل ایجاد کرے گا یا اپنے کسی خود ساختہ عمل کو دینداری یا عشقِ رسالت کا معیار قرار دے گا تو دین کا حلیہ ہی مسخ ہو جائے گا اور دین اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہ پائے گا، اور نہ ہی بعد والوں کو حقیقی دین پہنچ سکے گا، حالاں کہ خود ساختہ اعمال اور پیمانوں کا تو نام دین نہیں۔ اس لیے دین کے معاملے میں سنت اور صحابہ کرام کو معیار قرار دینے کی ایک بڑی ضرورت یہ بھی ہے۔

## خلاصہ:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا قرآن وسنت،

حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین سے کہیں ثابت نہیں، اس لیے اس کا بدعت ہونا واضح ہے، اور بدعت اسی قابل ہوتی ہے کہ اس سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے اجتناب کیا جائے!

## فائدہ:

بدعت کی حقیقت اور اس کی ضروری تفصیلات سمجھنے کے لیے بندہ کے اس سلسلہ اصلاحِ اغلاط کا سلسلہ نمبر 400: ’’بدعت کی حقیقت اور جشنِ عید میلاد النبی ﷺ‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

5 جُمادی الاُولیٰ 1442ھ/ 21 دسمبر 2020

اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 529:

# جمعہ کی پہلی اذان

## کے بعد مسجد کے قریب خرید وفروخت کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

آجکل یہ صورتحال بڑی کثرت سے دیکھنے کو ملتی ہے کہ بہت سی مساجد کے پاس عطر، ٹوپیوں، مسواک اور رومال وغیرہ کی دکانیں ہوا کرتی ہیں، یا بعض لوگ مسجد کے دروازے کے پاس یہ چیزیں فروخت کرنے کے لیے ٹیہ وغیرہ لگالیتے ہیں، چنانچہ جب لوگ پہلی اذان کے بعد نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مسجد پہنچ جاتے ہیں تو وہاں موجود دکان اور ٹیے سے مذکورہ چیزیں خرید لیتے ہیں اور نمازِ جمعہ کے ساتھ مذکورہ چیزوں کے کسی درجے میں تعلق ہونے کی وجہ سے اس خرید وفروخت میں کوئی گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا اور اس میں دیندار لوگ بھی مبتلا ہوتے ہیں، اگرچہ اس سے بڑھ کر قابلِ اصلاح صورتحال مذکورہ چیزوں کے علاوہ دیگر چیزوں کی خرید وفروخت کی ہے۔

ایسے میں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ کیا یہ خرید وفروخت جائز ہے؟ ذیل میں اس کا تفصیلی حکم ذکر کیا جاتا ہے تاکہ صحیح مسئلہ واضح ہو کر غلطیوں کی اصلاح ہو سکے۔ ابتدا میں کچھ تمہیدی باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

## جمعہ کی پہلی اذان کے بعد سَعی اِلی الجمعہ کا حکم:

شریعت نے جمعہ کی نماز کے لیے جلدی جانے کی ترغیب دیتے ہوئے اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے، پھر جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے جانے کو واجب قرار دیا ہے، اس کو سعی الی الجمعہ کہا جاتا ہے، حتی کہ جمعہ کی پہلی اذان شروع ہوتے ہی خرید وفروخت اور ہر وہ کام ممنوع قرار دیا ہے جو کہ اس سعی الی الجمعہ یعنی جمعہ کے لیے جانے میں رکاوٹ بنے تاکہ بروقت جمعہ کی ادائیگی کے لیے جانا ہو سکے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ الجمعہ میں فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ يَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَيۡعَ ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ. (۹)

**ترجمہ:** ”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید وفروخت چھوڑدو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔“ (آسان ترجمہ قرآن)

## سَعی اِلی الجمعہ میں رکاوٹ بننے والے امور کی ممانعت:

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد سعی الی الجمعہ میں رکاوٹ بننے والا ہر کام ممنوع اور ناجائز ٹھہرتا ہے، چاہے دنیوی کام ہو یا دینی۔ واضح رہے کہ قرآن کریم میں تو صرف خرید وفروخت ترک کردینے کا ذکر ہے، لیکن حضرات فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اس سے ہر وہ کام مراد ہے جو سعی الی الجمعہ میں خلل انداز ہو، چاہے خرید وفروخت ہو، کھانا پینا ہو، سونا ہو، مطالعہ کرنا ہو، یا کوئی بھی دینی یا دنیوی کام ہو؛ وہ سب ممنوع ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب دام ظلہم مذکورہ آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”جمعہ کی پہلی اذان کے بعد جمعہ کے لیے روانہ ہونے کے سوا کوئی اور کام جائز نہیں، نیز جب تک جمعہ ختم نہ ہو جائے خرید فروخت کا کوئی معاملہ جائز نہیں ہے۔ اللہ کے ذکر سے مراد جمعہ کا خطبہ اور نماز ہے۔“

(آسان ترجمہ قرآن)

## کونسی مسجد کی اذان کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت ہے؟

واضح رہے کہ محلے کی مسجد یعنی قریبی مسجد میں جب جمعہ کی پہلی اذان ہو جائے تو سعی الی الجمعہ واجب ہو جاتا ہے، اس لیے محلے ہی کی مسجد کی اذان کے بعد خرید وفروخت کی ممانعت ہے۔ دیکھیے: فقہ البیوع۔

## جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کیے گئے خرید وفروخت کا حکم:

مذکورہ تفصیل کے مطابق جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے، ایسی صورت میں خرید وفروخت کرنے والے دونوں فریق گناہ گار ہوں گے، اس لیے ان کے ذمے توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے۔ اور اس گناہ کے ازالے کے لیے متعدد فقہاء کرام کے نزدیک ایسے معاملے کو ختم کرنا بھی واجب ہے۔ دیکھیے: فقہ البیوع از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم۔

## جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مسجد کے قریب خرید وفروخت کا حکم:

ما قبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ مسجد کی پہلی اذان کے بعد مسجد کے قریب کسی دکان یا مسجد کے دروازے پر بنے کسی ٹھیے پر کوئی چیز فروخت کرنا یا لوگوں کا ان سے کوئی چیز خریدنا دونوں ہی ناجائز ہیں۔

اس لیے اگر کسی کو مسواک، ٹوپی، عطر وغیرہ کی ضرورت ہو تو وہ یہ کام جمعہ کی پہلی اذان سے پہلے سرانجام دے یا اگر کوئی اور چیز خریدنے کی ضرورت ہو تو یہ کام جمعہ کی نماز کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے۔

ذیل میں مزید وضاحت کے لیے کچھ مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

**مسئلہ 1:** اگر دو افراد جمعہ کی پہلی اذان کے بعد نمازِ جمعہ کے لیے جاتے جاتے اس طرح خرید وفروخت کریں کہ سعی الی الجمعہ فوت نہ ہو یعنی اس کی وجہ سے ٹھہرنا نہ پڑے تو یہ جائز ہے۔

**مسئلہ 2:** اگر جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کوئی شخص مسجد کے قریب کسی دکان یا ٹھیے سے کوئی چیز خریدے اور اُن میں سے کسی ایک نے جمعہ کی نماز ادا نہ کی ہو تو یہ معاملہ بھی جائز نہیں، کیوں کہ جس نے اب تک نمازِ جمعہ ادا نہیں کی تو وہ اس لیے گناہ گار ہے کہ اس نے سعی الی الجمعہ کا واجب ترک کیا ہے، جبکہ جس نے جمعہ کی نماز ادا کر دی ہے وہ اس لیے گناہ گار ہے کہ یہ اُس دوسرے شخص کے سعی الی الجمعہ میں خلل انداز ہو رہا ہے۔

اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اگر کوئی شخص کسی اور مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کر کے ایسی مسجد کے محلے میں آیا جہاں پہلی اذان تو ہو چکی ہو لیکن تاحال جمعہ کی نماز نہ ہوئی ہو تو ایسی صورت میں جمعہ کی نماز ہو جانے تک ایسے شخص سے کوئی چیز خریدنا بھی ناجائز ہے جس نے جمعہ کی نماز ادا نہ کی ہو۔

**مسئلہ 3:** مسجد کے قریب بعض دکانوں اور تجارتی مراکز والے یوں کرتے ہیں کہ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد تجارت بند نہیں کرتے بلکہ متعدد مساجد میں باری باری نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے جاتے ہیں تاکہ کاروبار چلتا رہے، یاد رہے کہ یہ بھی ناجائز ہے کیوں کہ سعی الی الجمعہ کا حکم ان میں سے ہر ایک کے لیے واجب ہے، اس

لیے جمعہ کی پہلی اذان کے بعد دکان میں بیٹھے رہنے سے یہ واجب فوت ہو جاتا ہے۔

**مسئلہ 4:** البتہ جن مساجد میں جمعہ کی پہلی اذان تاخیر سے یعنی بیان کے بعد اور سنتوں سے پہلے دی جاتی ہے تو وہاں مسجد کے قریب خرید وفروخت کی گنجائش ہے، البتہ نمازِ جمعہ کے اہتمام اور فضیلت کی وجہ سے مناسب یہی ہے کہ نمازِ جمعہ کا وقت داخل ہو جانے کے بعد کاروبار بند رکھا جائے۔

- الموسوعة الفقهية الكويتية:

النَّوْعُ الثَّانِي: الأَسْبَابُ الَّتِي تُؤَدِّي إِلَى مُخَالَفَةٍ دِينِيَّةٍ أَوْ عِبَادِيَّةٍ مَحْضَةٍ:

أ- الْبَيْعُ عِنْدَ أَذَانِ الْجُمُعَةِ:

١٣٣- أَمَرَ الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ بِتَرْكِ الْبَيْعِ عِنْدَ النِّدَاءِ (الأَذَانِ) يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَقَال تَعَالَى: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ». وَالأَمْرُ بِتَرْكِ الْبَيْعِ نَهْيٌ عَنْهُ. وَلَمْ يَخْتَلِفِ الْفُقَهَاءُ فِي أَنَّ هَذَا الْبَيْعَ مُحَرَّمٌ لِهَذَا النَّصِّ .....

ب- وَالْقَوْل الأَصَحُّ وَالْمُخْتَارُ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ وَهُوَ اخْتِيَارُ شَمْسِ الأَئِمَّةِ أَنَّ الْمَنْهِيَّ عَنْهُ هُوَ الْبَيْعُ عِنْدَ الأَذَانِ الأَوَّل الَّذِي عَلَى الْمَنَارَةِ، وَهُوَ الَّذِي يَجِبُ السَّعْيُ عِنْدَهُ، وَهُوَ الَّذِي رَوَاهُ الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى إِذَا وَقَعَ بَعْدَ الزَّوَال. وَعَلَّلُوهُ بِحُصُول الإِعْلَامِ بِهِ، وَلأَنَّهُ لَوِ انْتَظَرَ الأَذَانَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ يَفُوتُهُ أَدَاءُ السُّنَّةِ وَسَمَاعُ الْخُطْبَةِ، وَرُبَّمَا تَفُوتُهُ الْجُمُعَةُ إِذَا كَانَ بَيْتُهُ بَعِيدًا مِنَ الْجَامِعِ ......

ثَالِثًا: حُكْمُ الْبَيْعِ فِي الْمَسْجِدِ بَعْدَ السَّعْيِ:

الْفُقَهَاءُ مُتَّفِقُونَ عَلَى كَرَاهَتِهِ:

أ- فَقَدْ نَصَّ الْحَنَفِيَّةُ عَلَى أَنَّ الْبَيْعَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ أَوْ فِيهِ عِنْدَ الأَذَانِ الأَوَّل الْوَاقِعِ بَعْدَ الزَّوَال أَعْظَمُ وِزْرًا مِنَ الْبَيْعِ مَاشِيًا إِلَى الْجُمُعَةِ . (البيع: بيع منهي عنه: أَسْبَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَيْعِ)

## وضاحت:

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد خرید وفروخت کی مروجہ صورتحال کافی افسوس ناک اور واجبُ الاصلاح ہے، اور اس کے مسائل بھی تفصیل طلب ہیں، اس لیے زیرِ نظر تحریر میں اس سے متعلق مسائل تفصیل سے ذکر کرنا مقصود نہیں، بلکہ اس تحریر کے عنوان کی مناسبت سے ضروری مسئلہ کی وضاحت مقصود ہے، جس کے ضمن میں مزید وضاحت کے لیے متعدد مسائل بھی ذکر کردیے گئے۔

**فائدہ:** نماز جمعہ کے وقت اور اس سے متعلق رائج غلطیوں کی اصلاح کے لیے اسی سلسلہ اصلاحِ اغلاط کا سلسلہ نمبر 102: ’’نمازِ جمعہ کا وقت اور اس کے احکام‘‘ ملاحظہ فرمائیں۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

13 رجب المرجب 1442ھ/26 فروری 2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 381:

# تحقیقِ روایات:

## اذان کے وقت باتیں کرنے سے متعلق دو بے سند روایات

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## تحقیقِ روایات: اذان کے وقت باتیں کرنے سے متعلق دو بے سند روایات

اذان کے دوران باتیں کرنے سے متعلق عوام میں یہ دو روایات کافی مشہور ہیں:

1۔ جو شخص اذان کے وقت باتیں کرتا ہے تو اس کو موت کے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔

2۔ جو شخص اذان کے وقت باتیں کرتا ہے تو اس کا ایمان چھن جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

## تبصرہ:

ان روایات کی نہ تو کوئی صحیح سند ثابت ہے اور نہ ہی کوئی ضعیف سند، گویا کہ یہ روایات کسی بھی طریقے سے ثابت نہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ روایات شرعی اصول کے موافق بھی نہیں۔ اس لیے ان روایات کی نسبت حضور اقدس ﷺ کی طرف کرنا، ان کو حدیث سمجھنا، ان کو بیان کرنا یا ان کو پھیلانا ہرگز درست نہیں۔

- كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس:

٢٤٣٩- «من تكلم عند الأذان خيف عليه زوال الإيمان»: قال الصغاني: موضوع.

## مذکورہ دو روایات کی حقیقت دو فقہی مسائل کے تناظر میں:

اذان کے دوران باتیں کرنے سے متعلق مذکورہ روایات کے حوالے سے یہ بات تو واضح ہوچکی کہ یہ ثابت نہیں، البتہ اگر مذکورہ دو روایات کو دو فقہی مسائل کے تناظر میں دیکھا جائے تو بھی کسی درجے میں یہ روایات درست معلوم نہیں ہوتیں:

1۔ جمہور اہلِ علم اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے نزدیک اذان کا جواب دینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، اور یہ بات تو واضح ہے کہ مستحب ترک کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں، تو جب یہ گناہ نہیں تو اس پر ایسی شدید وعیدیں کیسے وارد ہوسکتی ہیں!

2۔ اس بات پر تقریباً تمام اہلِ علم اور ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ اذان کے وقت گفتگو کرنا بہتر تو نہیں، لیکن یہ گناہ کی بات بھی نہیں، اس لیے اس پر ایسی شدید وعیدیں وارد ہونا مشکل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اذان کا جواب نہ دینا یا اذان کے وقت گفتگو کرنا کوئی گناہ نہیں، اس لیے اس پر ایسی شدید وعیدیں وارد نہیں ہوتیں جیسی کہ مذکورہ دو روایات میں ذکر کی گئی ہیں، گویا کہ یہ دونوں روایات شرعی اصول کے موافق بھی نہیں اور نہ ہی شرعی اصول سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ اس تفصیل سے بھی کسی درجے میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذکورہ دو روایات کا ثبوت مشکل ہے۔

## حاصلِ بحث مع اذان کا جواب دینے کا حکم:

زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے، جس کی بڑی ہی فضیلت ہے، اس لیے اذان کا جواب دینے کا اہتمام ہونا چاہیے، اسی طرح کوشش یہی کرنی چاہیے کہ اذان کے احترام میں اذان کے وقت باتیں نہ کی جائیں، بلکہ خاموش رہا جائے اور اذان کا جواب دیا جائے، یہ بہتر اور مستحب ہے اور یہی اذان کی عظمت اور احادیث کا تقاضا بھی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اذان کا جواب نہ دے یا اذان کے وقت باتیں کرے تو یہ بہتر تو نہیں لیکن ایسا شخص گناہ گار بھی نہیں اور نہ ہی وہ کسی وعید کا مستحق ہے۔ اور اذان کے وقت باتیں کرنے کی وعید سے متعلق جو دو روایات ماقبل میں ذکر ہو چکیں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

- حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح:

قوله: (لزوم إجابته) أي وجوبها، وقيل، سنة وقوله: «بالفعل» ضعيف، وفيه حرج، والمعتمد ندب الإجابة بالقول فقط ..... قوله: (ليجيب المؤذن) اختلف في الإجابة فقيل: واجبة وهو ظاهر ما في «الخانية» و«الخلاصة» و«التحفة»، وإليه مال الكمال، قال في «الدر»: فلا يرد سلاما ولا يشتغل بشيء سوى الإجابة اهـ. والتفريغ يندب الإمساك عن التلاوة إلخ لا يظهر إلا على القول بالسنية، وقيل: مندوبة، وبه قال مالك والشافعي وأحمد وجمهور الفقهاء، واختاره العيني في «شرح البخاري»، وقال الشهاب في «شرح الشفاء»: هو الصحيح؛ لأنه ﷺ سمع مؤذنا كبر فقال: «على الفطرة»، فسمعه تشهد فقال: «خرجت من النار». وصرح في

«العيون» بأن الإمساك عن التلاوة والاستماع إنما هو أفضل، وصرح جماعة بنفي وجوبها باللسان وأنها مستحبة حتى قالوا: إن فعل نال الثواب وإلا فلا أثم ولا كراهة، وحكى في «التجنيس» الإجماع على عدم كراهة الكلام عند سماع الأذان اه أي تحريما، وفي «مجمع الأنهر» عن «الجواهر»: إجابة المؤذن سنة. وفي «الدرة المنيفة»: أنها مستحبة على الأظهر. والحاصل أنه اختلف التصحيح في وجوب الإجابة باللسان، والأظهر عدمه. (باب الأذان)

## احادیث بیان کرنے میں شدید احتیاط کی ضرورت:

احادیث کے معاملے میں بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، کیوں کہ کسی بات کی نسبت حضور اقدس حبیبِ خدا ﷺ کی طرف کرنا یا کسی بات کو حدیث کہہ کر بیان کرنا بہت ہی نازک معاملہ ہے، جس کے لیے شدید احتیاط کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ آجکل بہت سے لوگ احادیث کے معاملے میں کوئی احتیاط نہیں کرتے، بلکہ کہیں بھی حدیث کے نام سے کوئی بات مل گئی تو مستند ماہرین اہلِ علم سے اس کی تحقیق کیے بغیر ہی اس کو حدیث کا نام دے کر بیان کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں امت میں بہت سی منگھڑت روایات عام ہو جاتی ہیں۔ اور اس کا بڑا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ ایسی بے اصل اور غیر ثابت روایت بیان کر کے حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا شدید گناہ اپنے سر لے لیا جاتا ہے۔

ذیل میں اس حوالے سے دو احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں تا کہ اس گناہ کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکے۔

1۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

١١٠- حَدَّثَنَا مُوسَى قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «... وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ».

2۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: مجھ پر جھوٹ نہ بولو، چنانچہ جو مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے تو وہ جہنم میں داخل ہو گا۔

٢- عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رضی الله عنه يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ».

**ان وعیدوں کے بعد کوئی بھی مسلمان منگھڑت اور بے بنیاد روایات پھیلانے کی جسارت نہیں کرسکتا اور نہ ہی بغیر تحقیق کیے حدیث بیان کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔**


مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی


13صفر المظفّر1442ھ/یکم اکتوبر2020

## اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 413:

# بچے کے کان میں اَذان واِقامت کب کہی جائے؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## بچے کے کان میں اذان و اقامت کب کہی جائے؟

افضل اور بہتر تو یہی ہے کہ بچے کی پیدائش کے بعد جب اس کو پاک صاف کر لیا جائے تو جتنی جلدی ہو سکے بچے کے کان میں اذان اور اقامت کہی جائے تاکہ بچے کے کان میں یہ کلمات سب سے پہلے داخل ہوں، البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اس میں تاخیر ہو جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، جیسے آجکل بچے کی نازک حالت کے پیشِ نظر بطورِ علاج شیشے وغیرہ میں رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے عموماً پیدائش کے فوراً بعد بچے کے کان میں اذان و اقامت کہنے کا موقع میسر نہیں آتا، ایسی صورت میں علاج مکمل ہو جانے کے بعد بچے کے کان میں اذان و اقامت کہی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ 5/ 456،457)

مذکورہ مسئلے سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے بچے کے کان میں پیدائش کے فوراً بعد اذان و اقامت کہنا مشکل ہو تو ایسے معاملے میں بدشگونی جیسے بے بنیاد خیالات سے بچتے ہوئے صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے، کیوں کہ ایسی مجبوری میں بچے کے کان میں اذان و اقامت کہنے میں تاخیر کرنا درست ہے۔

**مسئلہ:**

بسا اوقات بچے کی پیدائش کے فوراً بعد بچے کے کان میں اذان و اقامت کہنے کے لیے کوئی مرد میسر نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں محض مرد کے انتظار میں تاخیر کرنا ضروری نہیں، بلکہ بالغ یا نابالغ سمجھ دار لڑکے یا لڑکی، یا عورت کے لیے بھی بچے کے کان میں اذان و اقامت کہنا درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ 5/455،456، نومولود کے احکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

15 ربیع الاوّل 1442ھ/2 نومبر 2020

اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح

سلسلہ نمبر 132:

# میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینے کا حکم

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

## میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینے کا حکم:

بہت سے علاقوں میں یہ رواج عام ہے کہ میت کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر کے قریب کھڑے ہو کر اذان دی جاتی ہے، اس کو سنت، مستحب بلکہ ضروری بھی سمجھا جاتا ہے، اس کے فوائد بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ اذان واضح طور پر بدعت اور گناہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

اس کے بدعت ہونے کو سمجھنے کے لیے چند باتیں سمجھنے کی ضرورت ہے:

## قبر پر اذان دینے کا کوئی ثبوت نہیں:

شریعت میں میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے تمام احکام موجود ہیں، اسی طرح میت کو دفنانے کے بعد کیے جانے والے اعمال بھی بیان کر دیے گئے ہیں، لیکن قرآن و سنت میں کہیں بھی دفنانے کے بعد اذان دینے کا ذکر نہیں اور نہ ہی یہ اذان حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور خیر القرون سے ثابت ہے، اس لیے یہ دین میں اپنی طرف سے اضافہ ہے جس کا بدعت ہونا واضح ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی تو وہ مردود (یعنی ناقابلِ قبول اور ناقابلِ اعتبار) ہے۔“

٢٦٩٧- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ».

## شریعت میں اذان دیے جانے کے مقامات اور مواقع متعین ہیں:

شریعت میں اذان کے احکام بھی مذکور ہیں کہ کن کن مقامات اور مواقع میں اذان دینی ہے، لیکن میت کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینے کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اسی طرح نمازوں میں بھی اگر غور کیا جائے تو شریعت میں پنج وقتہ باجماعت نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لیے اذان اور اقامت کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا گیا ہے، لیکن ان پانچ نمازوں اور جمعہ کے علاوہ سنتوں، نوافل، وتر، تراویح، عیدین، نمازِ جنازہ، نمازِ استسقا، چاند گرہن اور سورج

گرہن کی نماز اور اسی طرح کسی بھی نماز کے لیے اذان واقامت کو سنت قرار نہیں دیا گیا، اس لیے ان بقیہ نمازوں کے لیے اذان اور اقامت کہنا درست نہیں۔

- جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

الْأَذَانُ سُنَّةٌ لِأَدَاءِ الْمَكْتُوبَاتِ بِالْجَمَاعَةِ، كَذَا فِي «فَتَاوَى قَاضِي خَانْ»، وَقِيلَ: إنَّهُ وَاجِبٌ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ، كَذَا فِي «الْكَافِي»، وَعَلَيْهِ عَامَّةُ الْمَشَايِخِ، هَكَذَا فِي «الْمُحِيطِ». وَالْإِقَامَةُ مِثْلُ الْأَذَانِ فِي كَوْنِهِ سُنَّةً لِلْفَرَائِضِ فَقَطْ، كَذَا فِي «الْبَحْرِ الرَّائِقِ»، وَلَيْسَ لِغَيْرِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ نَحْوِ السُّنَنِ وَالْوِتْرِ وَالتَّطَوُّعَاتِ وَالتَّرَاوِيحِ وَالْعِيدَيْنِ أَذَانٌ وَلَا إقَامَةٌ، كَذَا فِي «الْمُحِيطِ»، وَكَذَا لِلْمَنْذُورَةِ وَصَلَاةِ الْجِنَازَةِ وَالِاسْتِسْقَاءِ وَالضُّحَى وَالْإِفْزَاعِ، هَكَذَا فِي «التَّبْيِينِ»، وَكَذَا لِصَلَاةِ الْكُسُوفِ وَالْخُسُوفِ، كَذَا فِي «الْعَيْنِيِّ شَرْحِ الْكَنْزِ».

(كِتَابُ الصَّلَاةِ: الْبَابُ الثَّانِي فِي الْأَذَانِ، الْفَصْلُ الْأَوَّلُ فِي صِفَتِهِ وَأَحْوَالِ الْمُؤَذِّنِ)

گویا کہ یہ فیصلہ شریعت نے کرنا ہے کہ کہاں اذان دینی ہے اور کہاں نہیں دینی، اس میں ہم اپنی طرف سے کسی اور اذان کا اضافہ نہیں کر سکتے، اس لیے قبر میں میت کو دفنانے کے بعد کہیں بھی اذان دینے کا ثبوت نہیں ملتا۔

## ردالمحتار کی صریح عبارت:

فقہ حنفی کی مشہور اور معتبر کتاب ”ردالمحتار“ میں قبر پر اذان دینے کے بدعت ہونے کی صراحت کی گئی ہے، ذیل میں اس کی تفصیلی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

- ردالمحتار:

فِي الِاقْتِصَارِ عَلَى مَا ذُكِرَ مِن الْوَارِدِ إشَارَةٌ إلَى أَنَّهُ لَا يُسَنُّ الْأَذَانُ عِنْدَ إدْخَالِ الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ الْآنَ، وَقَدْ صَرَّحَ ابْنُ حَجَرٍ فِي «فَتَاوِيهِ» بِأَنَّهُ بِدْعَةٌ، وَقَالَ: وَمَنْ ظَنَّ أَنَّهُ سُنَّةٌ قِيَاسًا عَلَى نَدْبِهِمَا لِلْمَوْلُودِ إلْحَاقًا لِخَاتِمَةِ الْأَمْرِ بِابْتِدَائِهِ فَلَمْ يُصِبْ. اهـ وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا وَغَيْرُهُمْ

بِكَرَاهَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمُعْتَادَةِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ مَعَ أَنَّ الْمُصَافَحَةَ سُنَّةٌ، وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِكَوْنِهَا لَمْ تُؤْثَرْ فِي خُصُوصِ هَذَا الْمَوْضِعِ، فَالْمُوَاظَبَةُ عَلَيْهَا فِيهِ تُوهِمُ الْعَوَّامَ بِأَنَّهَا سُنَّةٌ فِيهِ، وَلِذَا مَنَعُوا عَنِ الِاجْتِمَاعِ لِصَلَاةِ الرَّغَائِبِ الَّتِي أَحْدَثَهَا بَعْضُ الْمُتَعَبِّدِينَ؛ لِأَنَّهَا لَمْ تُؤْثَرْ عَلَى هَذِهِ الْكَيْفِيَّةِ فِي تِلْكَ اللَّيَالِي الْمَخْصُوصَةِ وَإِنْ كَانَت الصَّلَاةُ خَيْرَ مَوْضُوعٍ. (مطلب في دفن الميت)

ماقبل کی تفصیل سے قبر پر اذان دینے کا ناجائز اور بدعت ہونا واضح ہو چکا، ذیل میں اس کی مذمت سے متعلق چند اہم نکات ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ مزید واضح ہو سکے۔

## حق کا معیار: سنّت اور صحابہ کرام:

سنن الترمذی کی حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’بنی اسرائیل 72 فرقوں میں بٹے تھے، جبکہ میری امت میں 73 فرقے بنیں گے، ان میں ایک کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ ایک کامیاب اور برحق جماعت کون سی ہوگی؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ’’مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي‘‘ یعنی جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگی۔‘‘

٢٦٤١- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بني إسرائيل حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً»، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي».

اس حدیث میں حق جماعت کی جو علامت بیان فرمائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ جو سنت اور صحابہ کرام کے طریقے پر ہو، یہ علامت دین کے ہر معاملے میں ایک واضح پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر ہر ایک انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے نظریات اور اعمال جانچ سکتا ہے۔ یقیناً یہ معیار اپنانے سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں اور بہت سے پریشانیوں، بدعات اور خود ساختہ اعمال اور نظریات سے نجات مل سکتی ہے!!

## سنت اور صحابہ کرام سے وابستگی سے متعلق چند روایات:

سنت اور صحابہ کرام کے معیار کو مضبوطی سے تھامنے کی اشد ضرورت ہے۔ ذیل میں سنت اور صحابہ سے متعلق چند روایات ذکر کی جاتی ہیں جن سے یہ بات بخوبی واضح ہو سکے گی:

1۔ سنن الترمذی میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَالسَّلَامُ عَلَی رَسُولِ اللّٰہِ، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں بھی کہتا ہوں کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَالسَّلَامُ عَلَی رَسُولِ اللّٰہِ، لیکن اس طرح ہمیں حضور اقدس ﷺ نے نہیں سکھایا، بلکہ ہمیں یوں سکھایا ہے کہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ.

٢٧٣٨- عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُولُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ، وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ، عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ». (بَابُ مَا يَقُولُ العَاطِسُ إِذَا عَطَسَ)

غور کیجیے کہ چھینکنے والے شخص نے چھینک کے بعد الحمد للہ تو کہا لیکن ساتھ میں حضور اقدس ﷺ پر سلام بھی بھیج دیا، حالاں کہ سب جانتے ہیں کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود و سلام پڑھنا سنت سے ثابت نہیں، اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشقِ سنت صحابی نے فورًا تنبیہ فرمائی کہ میں بھی اس کا قائل ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بھی ہونی چاہیے اور حضور اقدس ﷺ پر درود و سلام بھی پڑھنا چاہیے یعنی کہ درود و سلام کی اہمیت و فضیلت کا میں بھی قائل ہوں لیکن یہ اس کا موقع نہیں، اس لیے چھینک کے بعد درود و سلام پڑھنا درست نہیں کیوں کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ نے چھینک کے بعد الحمد للہ کہنا ہی سکھایا ہے جس میں درود و سلام کا ذکر نہیں۔

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ چھینک کے بعد کی دعا میں الحمد للہ کے بعد درود و سلام سنت سے ثابت نہ تھا اس لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے پسند نہیں فرمایا اور تنبیہ فرمائی، گویا کہ درود شریف پڑھنا بہت بڑا عمل ہے لیکن اس کے لیے ایسا موقع اور طریقہ ایجاد کرنا جو سنت اور صحابہ سے ثابت نہ ہو اسے بدعت ہی

قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس سے بھی قبر پر اذان دینے کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

2۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''جو عبادت حضرات صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت نہ کرو، کیوں کہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کو یہ پورا کریں)، خدا تعالیٰ سے ڈرو اور پہلے لوگوں کے طریقے کو اختیار کرو۔ اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ (جواہر الفقہ)

وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَلَا تعبَّدوها؛ فَإِنَّ الْأَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْآخِرِ مَقَالًا، فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، وَخُذُوا بِطَرِيقِ مَنْ كَانَ قبلكم. ونحوه لابن مسعود أيضًا. (الباب الثامن في الفرق بين البدع والمصالح المرسلة)

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١٠- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ: اتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ، خُذُوا طَرِيقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَاللهِ لَئِنِ اسْتَقَمْتُمْ لَقَدْ سُبِقْتُمْ سَبْقًا بَعِيدًا، وَلَئِنْ تَرَكْتُمُوهُ يَمِينًا وَشِمَالًا لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

3۔ حضرت امام شاطبی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاعتصام'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: تم ہماری پیروی کرو اور دین میں نئی باتیں ایجاد نہ کرو، یہ تمہارے لیے کافی ہے۔

وَخَرَّجَ [ابْنِ وَضَّاحٍ] أَيْضًا عَنْ عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا وَلَا تَبْتَدِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ. (فصل: الأدلة من النقل على ذم البدع)

- البدع لابن وضاح القرطبي:

١١ - حَدَّثَنَا أَسَدٌ قَالَ: أخبرنا أَبُو هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: اتَّبِعُوا آثَارَنَا، وَلَا تَبْتَدِعُوا، فَقَدْ كُفِيتُمْ. (بَابُ مَا يَكُونُ بِدْعَةً)

- مجمع الزوائد:

٨٥٣- عن عبد الله بن مسعود قال: اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم.

رواه الطبراني في «الكبير»، ورجاله رجال الصحيح.

## خلاصہ:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ قبر پر اذان دینا قرآن وسنت، حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین سے کہیں ثابت نہیں، اس لیے اس کا بدعت ہونا واضح ہے، اور بدعت اسی قابل ہوتی ہے کہ اس سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے اجتناب کیا جائے!

## دین اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں کب برقرار رہ سکتا ہے؟

دین اپنی حقیقی شکل وصورت میں تبھی برقرار رہ سکتا ہے جب اس کے لیے سنت اور صحابہ کو معیار قرار دیا جائے کیوں کہ اگر ہر ایک اپنی طرف سے دین کے نام پر کوئی عمل ایجاد کرے گا یا اپنے کسی خودساختہ عمل کو دینداری، اتباعِ نبوی اور عشقِ رسالت کا معیار قرار دے گا تو دین کا حلیہ ہی مسخ ہو جائے گا اور دین اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں رہ پائے گا، اور نہ ہی بعد والوں کو حقیقی دین پہنچ سکے گا، حالاں کہ خودساختہ اعمال اور پیمانوں کا تو نام دین نہیں۔ اس لیے دین کے معاملے میں سنت اور صحابہ کرام کو معیار قرار دینے کی ایک بڑی ضرورت یہ بھی ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

30 جُمادَی الاُولیٰ 1441ھ/ 26 جنوری 2020

اِصلاحِ اَغلاط: عوام میں رائج غلطیوں کی اِصلاح
سلسلہ نمبر 191:

# وبا کے وقت اذان دینے کا حکم

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ کرونا وائرس وبا نے متعدد ممالک کو اپنے لپیٹ میں لے رکھا ہے، اس وبا کے خاتمے کے لیے بہت سے لوگ اجتماعی اذان کی ترغیب بھی دے رہے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ رات کے مخصوص وقت میں گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر اجتماعی طور پر یعنی ایک ساتھ اذان دی جائے، اسی طرح مساجد کے عمومی اسپیکر سے بھی اذانیں دی جائیں، جس کی وجہ سے امید ہے کہ یہ وبا ختم ہو جائے۔ اسی تناظر میں بعض حضرات وبا ختم ہونے تک ہر روز ان اذانوں کا سلسلہ جاری رکھنے کی ترغیب بھی دے رہے ہیں۔ ذیل میں اس عمل کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ اس کا شرعی حکم معلوم ہو سکے۔

## وبا کے وقت اذان دینے کا حکم:

واضح رہے کہ طاعون یا کسی اور وبا کے وقت اذان دینا شرعی اعتبار سے سنت یا مستحب نہیں، بلکہ متعدد اہلِ علم کے نزدیک یہ جائز بھی نہیں، اس لیے اس سے اجتناب کرنا چاہیے، جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ قرآن وسنت، حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام سے وبا کے موقع پر اذان دینے کا کوئی ثبوت نہیں۔

2۔ اسی طرح حضرات فقہائے احناف نے نماز کے علاوہ جن مواقع میں اذان دینے کا مستحب یا جائز ہونا ذکر کیا ہے ان میں بھی طاعون یا اس جیسے کسی اور وبا کے وقت اذان دینے کا کوئی ذکر موجود نہیں۔

3۔ حضرات صحابہ کرام کے دور میں بھی نہایت ہی شدید طاعون آیا لیکن اس وبا کے موقع پر بھی ان سے انفرادی یا اجتماعی طور پر اذان دینے یا اذان کی ترغیب دینے کا کوئی ثبوت نہیں۔

ان تین باتوں سے اصولی طور پر یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ طاعون یا اس جیسے کسی اور وبا کے موقع پر اذان دینا سنت، مستحب یا دین کا حصہ ہرگز نہیں ہے، اس لیے اس کو سنت یا مستحب سمجھنا ہرگز درست نہیں، بلکہ یہ بدعت کے زمرے میں آتا ہے، کیوں کہ اگر وبا کے موقع پر انفرادی یا اجتماعی اذان دینے کا عمل سنت یا مستحب ہوتا تو قرآن وسنت اور حضرات صحابہ کرام سے ضرور ثابت ہوتا۔ یہ اصولی بات ہے جس سے متعدد امور واضح ہو جاتے ہیں۔

## ایک اہم وضاحت:

بعض فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ وبا کے موقع پر اذان دینا علاج کے طور پر مباح یعنی جائز ہے، البتہ اس میں چند باتوں کی رعایت ضروری ہے:

1۔ اس کو سنت، مستحب یا شرعی حکم نہ سمجھا جائے۔

2۔ یہ اذان نماز کی اذان کی طرح انداز اور آواز میں نہ کہی جائے تاکہ دونوں میں امتیاز ہو سکے۔

3۔ اس کو لازم نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس میں شرعی حدود کی خلاف ورزی کی جائے۔

ان فتاویٰ کی رو سے مذکورہ شرائط کے ساتھ بطورِ علاج وبا کے موقع پر اذان دینے کی اجازت دی گئی ہے، اس لیے اگر کوئی شخص انفرادی طور پر شرعی حدود اور شرائط کی رعایت کرتے ہوئے اذان دے تو اپنی ذات میں اس کی گنجائش ہے، لیکن یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ موجودہ صورتحال میں ان حدود و شرائط کی رعایت نہیں کی جاتی، عوام اس پر عمل کرتے ہوئے ان حدود و شرائط کی رعایت نہیں کر پاتے، جیسا کہ موجودہ صورتحال میں مشاہدہ ہے کہ بہت سے لوگ اس اذان دینے کو دین ہی کا حصہ سمجھتے ہیں، اس کے لیے احادیث سے دلائل بھی پیش کرتے ہیں، اس کے لیے رات کا مخصوص وقت بھی مقرر کیا ہوا ہے، اس کا حد سے زیادہ اہتمام بھی ہونے لگا ہے کہ باقاعدہ اس کی عمومی تشہیر اور ترغیب دی جا رہی ہے، یہ اذان ایک ساتھ اجتماعی طور پر دینے کی بھی ترغیب دی جاتی ہے، نماز کی اذان کی طرح یہ اذان دی جاتی ہے، مساجد سے بھی عمومی اسپیکر کے ذریعے بیک وقت اذانیں دی جا رہی ہیں اور اس کے علاوہ بھی متعدد خرابیاں پائی جا رہی ہیں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ پہلو بھی توجہ کے قابل ہے کہ بعض فتاویٰ کی رو سے یہ عمل زیادہ سے زیادہ مباح ہے اور مباح عمل میں جب شرعی حدود کی رعایت نہ رکھی جائے تو اس کو ترک کرنا واجب ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرات فقہاء کرام نے اس کی صراحت فرمائی ہے، اس لیے ایک مباح عمل کا اس قدر اہتمام اور اس میں اپنی طرف سے قابلِ اعتراض امور کا اضافہ بذاتِ خود اس عمل کو ممنوع بنا دیتا ہے، اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ وبا کے موقع پر اذان

دینے سے اجتناب کیا جائے جیسا کہ آگے جامعہ دار العلوم کراچی کے فتوے میں اس کا ذکر آرہا ہے، اور اس اذان کی جگہ اُن اعمال کا سہارا لیا جائے جو کہ قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ اسی مسئلہ میں عوام کی اسی بے احتیاطی کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں:

لا يقال: إن لم يعتقد سنية هذا الأذان مستدلا بالحديث المذكور؛ لكونه محمولا على ظهور الجن بل إذن سنية الرقية ينبغي أن يجوز. قلنا: إن العوام تعتقده من الأمور الشرعية الدينية كما هو شاهد من أحوالهم، ومن لم يعرف حال أهل زمانه فهو جاهل فافهم-

(امداد الاحکام: 420/1)

## فتاویٰ جات

ذیل میں اس حوالے سے چند فتاویٰ ذکر کیے جاتے ہیں:

1۔ فقیہ النفس حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”طاعون، وباو غیرہ امراض کے شیوع کے وقت کوئی خاص نماز احادیث سے ثابت نہیں، نہ اس وقت اذانیں کہنا کسی حدیث میں وارد ہوا ہے، اس لیے اذان کو یا جماعت کو ان موقعوں میں ثواب یا مسنون یا مستحب سمجھنا خلافِ واقع ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ، کتاب العلم)

2۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”بعض کو طاعون میں اذان دیتے ہوئے دیکھا گیا ہے، اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔“ (اغلاط العوام صفحہ ۳۴)

3۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

**سوال:** بیماری کے موسم میں جو اذانیں کہی جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

**فرمایا:** بدعت ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وبا جنّات کے اثر سے ہوتی ہے اور اذان سے جنات بھی بھاگتے ہیں، اس واسطے اس اذان میں کیا حرج ہے؟ ایک شخص کو میں نے جواب دیا کہ اذان شیطان کے بھگانے کے لیے ہے، مگر کیا وہ اذان اس کے لیے کافی نہیں جو نماز کے لیے کہی جاتی ہے؟ اگر کہا جائے کہ وہ صرف پانچ دفعہ ہوتی

ہے، تواس وقت شیاطین ہٹ جاتے ہیں، مگر پھر آجاتے ہیں، تو یہ تواس اذان میں بھی ہے کہ جتنی دیر تک اذان کہی جائے اتنی دیر ہٹ جائیں گے اور پھر آجائیں گے، اور نماز کی اذان سے تورات دن میں پانچ دفعہ بھی بھاگتے ہیں، یہ تو صرف ایک ہی دفعہ ہوتی ہے، ذرااوپر بھاگ جائیں گے اوراس کے بعد تمام وقت رہیں گے، توشیاطین کے بھاگنے کی ترکیب صرف یہ ہوسکتی ہے کہ ہر وقت اذان کہتے رہو، پھر صرف ایک وقت کیوں کہتے ہو؟؟آج کل بعض علماء کو بھی اس کے بدعت ہونے میں شبہ پڑ گیاہے، حالاں کہ یہ یقیناً بدعت ہے، اوراس کی کچھ بھی اصلیت نہیں، یہ صرف اختراع ہے۔(اشرف العملیات)

4۔ حکیم الامت مولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

**سوال**: دفعِ وبا(مثلاً طاعون) کے واسطے اذان دینا جائز ہے یاناجائز؟اور جولوگ استدلال میں ''حصنِ حصین'' کی یہ حدیث پیش کرتے ہیں: ''إِذَا تَغَيَّلَتِ الْغَيْلَانُ نَادَى بِالأَذَانِ''ان کا یہ استدلال درست ہے یا نہیں؟ اوراس حدیث کا کیا مطلب ہے؟اور ایسے ہی یہ جو حدیث میں آیاہے کہ شیطان اذان سے اس قدر دور بھاگتا جاتا ہے جیسے مدینہ کے فاصلہ پرایک مقام کانام ہے،اور طاعون اثرِ شیطان سے ہے،اس کا کیا مطلب ہے؟

**الجواب**: اس باب میں دو حدیثیں معروف ہیں، ایک ''حصن حصین''کی مرفوع حدیث: ''إِذَا تَغَيَّلَتِ الْغَيْلَانُ نَادَى بِالأَذَانِ''۔دوسری حدیث صحیح مسلم کی حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا مروی ہے: ''إِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَنَادِ بِالصَّلَاةِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ: إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ وَلَّى الشَّيْطَانُ وَلَه حُصَاصٌ''۔اور حصنِ حصین میں مسلم کا جو حوالہ دیا گیاہے وہ یہی حدیث ہے۔اور دونوں حدیثیں مقید ہیں: ''إِذَا تَغَيَّلَتْ'' ''وَإِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا''کے ساتھ،اور جو حکم مقید ہوتاہے کسی قید کے ساتھ اس میں قید نہ پائی جانے کی صورت میں وہ حکم اپنے وجود میں مستقل دلیل کا محتاج ہوتاہے۔اور ظاہر ہے کہ طاعون میں دونوں قیدیں نہیں پائی جاتیں، کیوں کہ نہ اس میں شیطان کا تشکل و تمثل (یعنی صورتیں نمودار ہوتی ہیں)اور نہ ان کی آواز سنائی دیتی ہے، صرف کوئی باطنی اثر ہے(جس کی وجہ سے طاعون ہوتاہے)۔پس جب اس میں دونوں قیدیں نہیں

پائی گئیں تو مذکورہ دونوں حدیثوں سے اس میں اذان کا حکم بھی ثابت نہ ہوگا۔ اور دوسری شرعی دلیل کی حاجت ہوگی (اور دوسری کوئی ایسی دلیل ہے نہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ طاعون یا اس جیسی وبا کے وقت اذان پکاری جائے)۔ اور قیاس بھی نہیں کر سکتے، کیوں کہ اذان حیّ علی الصلوٰۃ و حیّ علی الفلاح پر مشتمل ہے، اس لیے غیر صلوٰۃ کے لیے اذان کہنا غیرِ قیاسی حکم ہے۔ قیاس سے ایسے حکم کا تعدیہ نہیں، اس لیے وہ دلیلِ شرعی کوئی نصّ ہونا چاہیے، محض قیاس کافی نہیں اور طاعون میں کوئی نص موجود نہیں۔

الغرض نفس الامر میں یہ حکم غیرِ قیاسی ہے، پس اس قیاس سے زلزلے وغیرہ کے وقت بھی اذان کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ (خلاصہ کلام یہ کہ) اس بات میں حدیثِ تغیّل سے استدلال کرنا درست نہیں، اور یہ اذان (جو طاعون یا زلزلہ کے وقت دی جائے) اِحداث فی الدین (یعنی بدعت) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طاعونِ عمواس میں (جو صحابہؓ کے زمانہ میں ہوا) شدتِ احتیاط کے باوجود کسی صحابی سے منقول نہیں کہ طاعون کے لیے اذان کا حکم دیا ہو یا خود عمل کیا ہو۔ (اشرف العملیات)

5۔ حضرت اقدس مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

**سوال** نمبر 93: زمانہ قحط اور وبا میں اور دیگر حوادثات میں اور دفنِ میت کے بعد اذن کہنا کیسا ہے؟

**جواب**: ”ان حوادثات میں اذان شارع علیہ السلام سے اور اقوال و افعالِ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ بدعت ہے۔“ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: 2/ 67، باب الاذان)

6۔ حضرت اقدس مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

**سوال** نمبر 111: وبا اور قحط اور خشک سالی طاعون وغیرہ کے موقعہ میں اذان بعد نماز کہنا شرعًا درست ہے یا نہ، اگر جائز ہے تو شرعی دلیل کیا ہے؟ اور اگر ممنوع ہے تو ہم نے جو سنا ہے کہ وبا میں غولِ بیابانی اور جنات کی کثرت ہوتی ہے اور جنات کے دفع کے لیے جو حدیث: ”إِذَا تَغَيَّلَتِ الْغَيْلَانُ نَادَى بِالأَذَانِ“ اور حدیث: ”وإذا رأى الحريق فليطفئه بالتكبير“ سے سندِ جواز پکڑنا صحیح ہے یا نہیں؟

**جواب**: وبا اور قحط میں اذان کہنا منقول نہیں ہے اور تغوّلِ غیلان کی وقت جو اذان مستحب ہے اس کا مطلب

یہ ہے کہ ظاہر طور سے غیلانِ جنّ محسوس ہو مثلاً جنگل وغیرہ میں کسی کو جِنّات کا احساس ہو اس وقت اذان کہنے کا حکم ہے۔ امراضِ وبائیہ میں یہ وارد نہیں ہے، نہ اس کو اس پر قیاس کر سکتے ہیں کہ قیاسِ اول تو مجتہد کا معتبر ہے، نہ ہم لوگوں کا، اور علاوہ بریں قیاس مع الفارق ہے، امراضِ وبائیہ میں تغولِ غیلان کو محسوس نہیں کیا جاتا۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند: 2/ 73 باب الاذان)

7۔ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

**سوال**: مرضِ طاعون میں جو اکثر آدمی مسجدوں میں اذانیں دیتے ہیں، یہ شرع کے خلاف ہے یا موافق ہے؟ ایک مولوی صاحب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے بابت فرماتے ہیں کہ ان کا تو فتویٰ ہے اذانوں کا، کیا یہ بات صحیح ہے اور ان کا فتویٰ ہے؟ جواب فرمادیں۔

**الجواب**: قال الشامي عن حاشية البحر للخير الرملي: رأيت فى كتب الشافعية أنه قد يسن الأذان لغيرالصلاة كما فى أذان المولود والمهموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من إنسان أو بهيمة وعند مزدحم الجيش وعند الحريق وعند تغول الغيلان أى عند تمرد الجن؛ لخبر صحيح فيه. أقول: ولا بعد فيه عندنا اهـ، أى لأن ما صح فيه الخبر بلا معارض فهو مذهب للمجتهد وإن لم ينص عليه اهـ. (ص ٣٩٩)

بعض علماء نے تغولِ غیلان کی حدیث سے طاعون کے لیے اذان کو مشروع کہا ہے، مگر ہم کو اس میں کلام ہے، ہمارے نزدیک تغولِ غیلان سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی صورت نمودار ہو جس میں جِنّات کا سامنے موجود ہونا اور غلبہ و تمرّد کرنا محسوس ہو، جیسا کہ رات کو سفر کرتے ہوئے بعض دفعہ جنگلوں میں جِنات کی آوازیں یا ڈراؤنی شکلیں نظر آیا کرتی ہیں، اس وقت اذان دینا مشروع ہے، اور طاعون میں جنات کا وجود اور غلبہ محسوس نہیں ہوتا، بلکہ محض سمعاً و نقلاً معلوم ہوا ہے، واللہ اعلم. قلت: ويؤيد قول الشيخ فى «القاموس» و«مجمع البحار» من تفسير التغول بالتلون بصور شتى، وأيضا فإن فى الأذان فى هذه الحالة تشويشًا وتغليطًا، وأيضًا فيه تهويل للناس فإنهم إذا سمعوا الأذانات بكثرة يفزعون

ويتوهمون أن الوباء شديدة فى البلد حتى سقط حمل بعض الحوامل بذلك، قاله الشيخ. لا يقال: إن لم يعتقد سنية هذا الأذان مستدلا بالحديث المذكور؛ لكونه محمولا على ظهور الجن بل إذن سنية الرقية ينبغي أن يجوز. قلنا: إن العوام تعتقده من الأمور الشرعية الدينية كما هو شاهد من أحوالهم، ومن لم يعرف حال أهل زمانه فهو جاهل فافهم. حرره الأحقر ظفر أحمد عفا عنه. ٢١ شوال ٤٤ھ، نعم التحقيق بقبول حقيق، كتبه اشرف على، ٢٣ شوال ٤٤ھ.

(امداد الاحکام: 420/1)

8۔ جامعہ دار العلوم کراچی کا فتویٰ:

قدرتی آفات مثلاً شدید بارش یا زلزلہ وغیرہ کے وقت اذان دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں، نیز فقہائے کرام رحمہم اللہ [نے نماز کے علاوہ اذان دینے کے جو] مواقع ذکر فرمائے ہیں اُن میں بھی مذکورہ مواقع میں اذان دینے کا ذکر نہیں، لہٰذا سنت یا مستحب سمجھ کر مذکورہ مواقع میں اذان دینا درست نہیں، اور اگر دفعِ مصیبت کے لیے بطورِ علاج مذکورہ مواقع میں اذان دی جائے تو فی نفسہ اگرچہ مباح ہے لیکن چوں کہ عوام الناس اس کی حدود و قیود کا لحاظ نہیں رکھتے اور اسے شریعت کا حکم سمجھتے ہیں اس وجہ سے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اذان دینے سے منع فرمایا ہے۔ (مؤرخہ: 1422/6/5ھ)

## مروّجہ اذانوں کے لیے پیش کی جانے والی روایات کی حقیقت:

بہت سے حضرات وبا کے موقع پر دی جانے والی مروّجہ اذان کے ثبوت کے لیے بعض روایات سے استدلال کرتے ہیں، واضح رہے کہ ان روایات کی حقیقت یہ ہے کہ:

1۔ یا تو وہ نہایت ہی کمزور ہیں کہ ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

2۔ یا ان کا تعلق وبا کے ساتھ ہے ہی نہیں، اس لیے ان سے وبا کے موقع پر اذان دینے سے متعلق استدلال نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ ایسی بعض روایات سے متعلق ما قبل میں تفصیل بیان ہو چکی۔

3۔ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ: جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن عذاب سے اس

کی حفاظت فرماتا ہے، تو اگر اس کو قابلِ استدلال تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس میں نہ تو وبا کا ذکر ہے اور نہ ہی مروجہ اجتماعی اذانوں کا ذکر ہے، بلکہ اس سے نمازوں کی عام اذان مراد ہے کہ یہ اذان کی فضیلت ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عذاب سے حفاظت فرماتا ہے۔ اس لیے اس سے پنج وقتہ نمازوں کی اذان مراد ہے۔

4۔ یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ وبا کے موقع پر مروجہ اذانوں کی ترغیب دیتے ہوئے جس قدر اضافی باتوں کی ترغیب دی جارہی ہے کہ یوں اذان دی جائے اور یوں کیا جائے وغیرہ یا ان کا اہتمام کیا جارہا ہے ان کا تو کسی بھی روایت میں ذکر نہیں۔ اس لیے جو روایات اس اذان کے جواز کے لیے پیش کی جارہی ہیں ان سے بھی ان مرّوجہ اذانوں کی تائید نہیں ہورہی، بلکہ یوں کہیے کہ ان روایات کا مروجہ اذانوں سے کوئی تعلق ہی ظاہر نہیں ہوتا۔

**خلاصہ:** ماقبل کی تفصیل سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ وبا کے موقع پر اذان دینا سنت یا مستحب نہیں اور نہ ہی کوئی شرعی حکم ہے، اس لیے اس کو سنت یا مستحب سمجھنا ہرگز درست نہیں، بلکہ بدعت ہے، البتہ بعض فتاویٰ میں شرعی حدود میں رہتے ہوئے کچھ شرائط کے ساتھ بطورِ علاج اذان دینے کو مباح یعنی جائز قرار دیا گیا ہے، لیکن چوں کہ عوام ان شرعی حدود اور شرائط کی رعایت نہیں کرتے اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ وبا کے موقع پر اذان دینے سے اجتناب کیا جائے۔ باقی تفصیل ماقبل میں بیان ہوچکی۔

**وضاحت:** مذکورہ تحریر کرونا وائرس وبا پھیلنے کے آغاز میں لکھی گئی تھی، البتہ چوں کہ اس کا فائدہ دائمی ہے اس لیے اس کو دوبارہ عام کیا جارہا ہے تاکہ ایسے مواقع پر راہنمائی کرسکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی تمام وباؤں سے محفوظ فرمائے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

29 رجب المرجّب 1441ھ/25 مارچ 2020